جنوری 1970ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذوالقعدہ ۱۳۸۹ ہجری قمری صلح ۱۳۴۹ ہجری شمسی	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ جنوری ۱۹۷۰ء	جلد ۲۰ شمارہ ۱

تبلیغی و تربیتی مجلہ

الفرقان ربوہ

قواعد و ضوابط

۱۔ تاریخ اشاعت ہر ماہ کی دس تاریخ ہے۔

۲۔ سالانہ چندہ:۔

پاکستان کے لئے پیشگی چھ روپے

دیگر ممالک کے لئے " دس روپے یا تیرہ شلنگ

ہوائی ڈاک کے لئے مزید ایک پاؤنڈ۔

۳۔ جملہ رقوم بنام مینجر آنی چاہئیں۔

فی پرچہ ساٹھ پیسے قیمت مقرر ہے

مجلس ادارت

مدیر مسئول:۔ **ابو العطاء جالندھری**

نائبین:۔ **دوست محمد شاہد مولوی فاضل**

عطاء المجیب راشد ایم اے

ترتیب

ادارِیَہ

یسوع کا "باپ" — کن معنوں میں؟

پادری صاحبان کے لئے لمحۂ فکریہ

مسیحی رسالہ اخوت لاہور لکھتا ہے:-

اعتراض:-

"عقل پرست معترض یہ اعتراض کرتا ہے کہ ماں سے بڑھ کر کسے علم ہو سکتا ہے کہ بچہ کس کا ہے اور کیسے پیدا ہوا ہے؟ یسوع کے بارے میں حضرت مریم ہی کو بہترین طور پر اور سب سے بڑھ کر معلوم ہو سکتا ہے کہ یسوع کیسے پیدا ہوا تھا اور کس کا بچہ تھا؟

بارہ برس کی عمر میں جب یسوع کھو گیا تھا اور تین دن کے بعد حضرت یوسف اور حضرت مریم کو ہیکل میں ملا تھا تو حضرت مریم نے یسوع سے کہا کہ "بیٹا! تو نے کیوں ہم سے ایسا کیا ہے؟ دیکھ تیرا باپ اور میں تجھے کڑھتے ہوئے ڈھونڈتے تھے" (لوقا ۲: ۴۸) حضرت مریم یوسف کو یسوع کا باپ کہتی ہے پس وہ یوسف کا بیٹا تھا محض حضرت مریم کا بیٹا نہیں تھا۔" (اخوت دسمبر ۱۹۶۹ء ص ۶)

جواب:- عقل پرست مسیحیوں کے اس "اعتراض" کو نقل کرنے کے بعد جواب میں مسیحی رسالہ لکھتا ہے کہ:-

"ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مریم خوب جانتی تھی کہ وہ کیسے پیدا ہوا ہے اور یوسف کس معنے میں باپ تھا کنواری مریم نے فرشتہ سے فرمایا تھا کہ میں مرد کو نہیں جانتی ... حضرت مریم کو یہ حقیقتِ حال خوب معلوم تھی اور اسلئے اس نے یوسف کو انہیں معنوں میں اس کا باپ کہا تھا جن معنوں میں اسے یسوع کا باپ کہنا سچ اور موزوں ہو سکتا تھا۔ اسے اس کا باپ کہنا کن معنوں میں سچ اور موزوں تھا؟ ان معنوں میں کہ وہ حضرت مریم کا خاوند ہونے کی وجہ سے یسوع کا شرعی باپ تھا یعنی چونکہ وہ یسوع کی ماں کا خاوند تھا اسلئے وہ اس کا باپ تھا اور یسوع کا مربی اور پرورش کرنیوالا تھا اسلئے بھی وہ اس کا باپ تھا حضرت مریم نے انہیں معنوں میں حضرت یوسف کو یسوع کا باپ کہا

تھا۔ اس نے اِن معنوں میں ہرگز باپ نہیں کہا تھا کہ گویا وہ یسوع کا سگا باپ تھا۔" (دعوت دسمبر ۱۹۶۹ء)

ہمارا استدلال

اعتراض اور اس کا جواب قارئین کرام کے سامنے ہیں۔ ہم عقیدتاً حضرت مسیح کی ولادت کو ازروئے قرآن مجید بن باپ مانتے ہیں مگر زیرِ غور سوال یہ ہے کہ اناجیل میں مسیح کے لئے باپ کا لفظ دو جگہ وارد ہوا ہے (۱) اللہ تعالیٰ کو مسیح کا آسمانی باپ قرار دیا گیا ہے (۲) یوسف نجار کو مسیح کا باپ ٹھہرایا گیا ہے۔ حضرت مریم نے یسوع کو مخاطب کرتے ہوئے یوسف کو ان کا باپ قرار دیا ہے۔

پادری صاحبان کہتے ہیں کہ چونکہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مریم کنواری تھیں اسلئے یوسف کو ان کا باپ مجازی طور پر ٹھہرایا گیا ہے۔ وہ محض شرعی باپ تھا کیونکہ وہ حضرت مریم کا خاوند تھا۔ ورنہ وہ حقیقی باپ یا سگا باپ نہ تھا۔ نیز اسلئے باپ تھا کہ پرورش کرنے والا تھا۔ ہم کہتے ہیں کہ تورات و انجیل کا اس پر اتفاق ہے کہ خدا تعالیٰ واحد لاشریک ہے۔ وہ اکیلا معبود ہے۔ لکھا ہے:۔

(الف) "تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اُسی کی عبادت کر۔" (متی ۴/۱۰)

(ب) "میرے آگے تیرا کوئی دوسرا خدا نہ ہووے۔" (استثناء ۵/۷)

پس ماننا پڑے گا کہ خداوند تعالیٰ کو بھی محض مجازی معنوں میں مسیح کا باپ اور مجازی معنوں میں مسیح کو اس کا بیٹا قرار دیا گیا ہے ورنہ نہ خدا تعالیٰ مسیح کا سگا باپ ہے اور نہ مسیح خدا تعالیٰ کا سگا بیٹا ہے بلکہ یہ استعمال سراسر مجازی استعمال ہے اور اسی طرح ہے جس طرح خدا نے اسرائیل کو اپنا پلوٹھا بیٹا قرار دیا (خروج ۴/۲۲) نیز وہ حواریوں کا باپ قرار پایا۔ یعنی پیار کرنے والا اور پرورش کرنے والا۔

پادری صاحبان اگر اس تفسیر کو قبول نہ کریں تو یہ ان کی بڑی بے انصافی ہے کہ وہ یوسف کو تو مسیح کا حقیقی باپ نہ مانیں حالانکہ حضرت مریم نے یوسف کو یسوع کا باپ قرار دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے باپ کے لفظ کے استعمال ہو جانے پر اسے حقیقی باپ قرار دینے پر مُصر ہوں حالانکہ خدا واحد لاشریک لہٗ ہے، وہ حقیقی باپ ہونے سے پاک ہے۔

کیا پادری صاحبان اپنے مندرجہ بالا اقتباس اور جواب کی روشنی میں ہمارے معقول استدلال کو قبول فرمائیں گے؟

دعوت | تحقیقِ حق کی غرض سے عیسائی صاحبان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنے سنجیدہ سوالات برائے جواب الفرقان میں بھجوائیں! ——— (ادارہ)

شذرات

(۱) اسپرانٹو میں ترجمہ قرآن کریم کرنیوالا احمدی ہو گیا

ذیل کا مراسلہ مولانا عبدالماجد صاحب مدیر صدق جدید لکھنؤ کے ایک "ارادت مند" نے بیروت سے لکھا ہے جسے انہوں نے "ایک یورپی ترجمہ قرآن مجید" کے عنوان سے مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۶۹ء کے صدق جدید میں شائع فرمایا ہے۔ ہم افادہ عام کی خاطر سارا خط بجنسہ نقل کرتے ہیں:۔

"قرآن کریم کے ترجموں کا ذکر چونکہ صدق جدید میں ہوتا رہتا ہے اسلئے مناسب سمجھا کہ جناب اور جناب کے واسطے سے قارئین صدق جدید کا تعارف ایک نئے ترجمہ قرآن اور ایک نومسلم مستشرق سے کرا دیا جائے۔

نیا ترجمہ اسپرانٹو Esperanto زبان میں جہاں تک کتب مقدس کا تعلق ہے صرف بائبل کا ترجمہ ہوا ہے۔ مترجم اطالوی نژاد ڈاکٹر اٹالو کیوسی ہیں۔ ان کا اسلامی نام عبدالہادی ہے۔ اگرچہ ان کی ڈاکٹریٹ ریاضی میں ہے مگر ماہر لسانیات ہیں۔ اسپرانٹو اور مادری زبان اطالوی کے علاوہ جرمن، فرنچ اور انگریزی میں بھی پوری قدرت ہے۔ آجکل فرینک فرٹ جرمنی میں ایک اطالوی کمپنی کے ڈائرکٹر ہیں۔ قرآن کریم کے ترجمہ سے پہلے انہوں نے باقاعدہ عربی کی تعلیم حاصل کی اور ترجمہ کے دوران ہی اسلام قبول کر لیا اور مسلمانوں کے "بدنام" فرقے جماعت احمدیہ سے منسلک ہو گئے۔

طباعت سے پہلے ایک مصری ڈاکٹر نا صف نے جو اسپرانٹو کے بھی ماہر ہیں اور خود احمدی نہیں ہیں ترجمہ پر نظر ثانی کی۔ پہلا ایڈیشن جو اس سال عربی متن اور اسپرانٹو ترجمہ کے ساتھ نہایت عمدہ کاغذ پر طبع ہوا تھا شائع ہوتے ہی ختم ہو گیا۔ میرے پاس مترجم کا دستخط شدہ نسخہ ہے ورنہ ہدیہ کرتا۔ اب نمونے کا ایک ورق حاصل ہے۔ ضخامت ۷۰۰ صفحات۔ جلد نفیس مطبوعہ کوپن ہیگن (ڈنمارک)

مترجم سے میری ملاقات سوئٹزرلینڈ اور جرمنی میں ہوئی۔ اور روزے نماز کے پابند ہیں۔ آج کل حدیث شریف کا انتخاب اطالوی میں مترجم کر رہے ہیں۔

ڈاکٹر کیوسی نے اپنے ترجمے میں ایک

خاص جدت کی ہے - اپنے ترجمے پر Holy Quran یعنی "قرآن مقدس" کے ہم معنی الفاظ نہیں لکھے - کہتے ہیں قرآن "کریم" ہے "مجید" ہے "عظیم" ہے "عزیز" ہے "کبیر" ہے اور "حکیم" ہے - یہ ہولی یعنی مقدس کا لفظ بائبل کی تقلید میں آگیا ہے۔ چنانچہ ان کا ترجمہ Lanobila Krane یعنی "قرآن کریم" کے نام سے طبع ہوا ہے۔

ترجمہ کی خوبی کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسپرانٹو کے ایک مشہور دہریہ عالم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے سورۃ النباء کی شروع کی آیات أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا سے وَجَنَّاتٍ أَلْفَافًا کے ترجمے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ اگرچہ وہ عربی نہیں جانتے لیکن اس ترجمہ سے ہی وہ قرآن کریم کی فصاحت اور "لحن" کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔"

(صدق جدید لکھنؤ ۱۲ ر دسمبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان - اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے یہ عظیم فضل ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے غیر معمولی سامان پیدا فرما رہا ہے - مدیر صدق جدید نے اس نئی زبان کے متعلق لکھا ہے :-

"اسپرانٹو کہنا چاہیئے کہ یورپ کے علمی حلقوں کی مشترک زبان ہے کسی ملک و خطہ زمین کی نہیں - پولینڈ کے ایک مشہور فاضل کی اختراع کی ہوئی انگریزی اور بعض دوسری یورپی زبانوں کا مجموعہ ہے اور اسے استعمال میں آئے ابھی سو سال بھی نہیں گزرے ہیں !"

(صدق جدید - ۱۲ ر دسمبر ۱۹۶۹ء)

(۲) بائیبل کا ترجمہ کرنیوالے پادریوں کی "دجالی کوشش"

مسیحی رسالہ کلام حق گوجرانوالہ لکھتا ہے :-

"پاکستان میں نیو انگلش بائیبل کو مقبول کرنے کی بھی بہت کوشش کی جا رہی ہے۔ اسلئے عوام کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ نیو انگلش بائیبل ایک نہایت گمراہ کن ترجمہ ہے اور پاکستانی کلیسیا کے ایمان کو اس سے محفوظ رکھنا ضروری ہے - ڈاکٹر کے - ایل ناصر فرماتے ہیں کہ نیو انگلش بائیبل ترجمہ نہیں بلکہ آزادانہ PARAPHRASE ہے اور اس نئے ترجمے میں انجیل مقدس کے حقائق کو مسخ کرنے کی دجالی کوشش کی گئی ہے۔"

(کلام حق دسمبر ۱۹۶۹ء صفحہ ۲)

الفرقان - پادری صاحبان کی "دجالی کوششوں" کی وجہ سے ان کا دجال ہونا پایۂ ثبوت کو پہنچ گیا۔ جب دجال ظاہر ہو کر "دجالی کوششوں" میں معروف ہے تو کیا مسیح موعود کا ظہور لازمی نہ تھا ؟

(۳) الوہیت مسیح کا عیسائی حلقوں میں زوال

مسیحی رسالہ کلام حق گوجرانوالہ لکھتا ہے :-

"ان دنوں مسیحی مذہب میں ایسی ترامیم کی جا رہی ہیں جن سے مندرجہ بالا حقائق کی تردید ہوتی ہے اور اس عقیدہ کی اشاعت کی جا رہی ہے کہ خداوند مسیح کنواری مریم سے نہیں بلکہ جوان عورت سے پیدا ہوا۔ وہ خدا کا اکلوتا بیٹا نہیں ہے وہ صرف انسان ہے۔ الوہیت سے خالی ہے۔ وہ ہمارے گناہوں کے لئے نہیں مؤا بلکہ ایک اعلیٰ درجہ کا شہید ہے وہ مُردوں میں سے صرف روحانی طور پر زندہ ہوا۔ اگر ان ترامیم کو تسلیم کر لیا جائے تو خداوند مسیح صرف انسان ثابت ہوتا ہے۔" (کلام حق دسمبر ۱۹۶۱ء ص ۹)

الفرقان۔ عیسائی صاحبان پر واضح ہونا چاہیئے کہ اب توحید کا دَور شروع ہو رہا ہے اسلئے انسان پرستی کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پون صدی قبل اعلان فرما دیا تھا ؎

ہر طرف ہر ملک میں ہے بُت پرستی کا زوال
کچھ نہیں انسان پرستی کو کوئی عزّ و وقار
آسماں سے ہے چلی توحیدِ خالق کی ہوا
دل ہمارے ساتھ ہیں گو منہ کریں بک بک ہزار

(۴) مکہ معظمہ میں او[illegible] آتے

جناب شور[illegible] نے سفرنامہ حجاز میں لکھا ہے :-

"قافلے آ رہے ہیں اور قافلے جا رہے ہیں۔ کڈلک اور شورلٹ کاریں اونٹوں اور اونٹنیوں کی جگہ اُڑی پھرتی ہیں۔ مکہ معظمہ تک بلکہ خود مکہ معظمہ کے حدود میں مجھے کہیں اونٹ یا اونٹنی نظر نہیں آئی۔ وہ کار جو پاکستان میں لاکھ ڈیڑھ لاکھ روپے میں بھی نہیں ملتی، وہاں دس پندرہ ہزار ریال میں مل جاتی ہے۔ رہا پٹرول تو وہاں فی گیلن دس بارہ آنے میں پڑتا ہے۔ اونٹ جتنی خوراک کھاتا ہے اُسی قیمت میں موٹر کے دس گیلن ملتے اور سفر گھنٹوں میں دن نکل جاتے ہیں۔

اونٹوں کے چرانے والے اب سیارے چلا رہے ہیں اور حجاز میں موٹر کو سیارہ کہتے ہیں۔ بیت اللہ تک پہاڑیاں کروٹیں لیتی ہوئی چلی جاتی ہیں۔"

(ہفت روزہ چٹان ۵ جنوری ۱۹۶۲ء)

الفرقان۔ گویا صحیح مسلم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکور پیشگوئی وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعَىٰ عَلَيْهَا کو تیز رفتاری کے لحاظ سے اونٹ بیکار ہو جائیں گے حرف بحرف پوری ہو گئی ہے اور یہ مسیح موعود کے زمانہ کی واضح علامت۔ لوگوں کو حق کے قبول کرنے کی توفیق کب ملے گی؟

(۵) رؤیتِ ہلال کی شرعی حیثیت

شیعی رسالہ پیامِ عمل لاہور اپنی اشاعت جنوری ۱۹۷۰ء میں "رؤیتِ ہلال کی شرعی حیثیت" کے زیر عنوان لکھتا ہے :-

"اب کی مرتبہ بعض مقامات پر عید الفطر میں اختلاف رہا۔ پنجاب، سرحد کے اہلِ تشیع نے عموماً اور بعض مقامات پر اہلِ سنت نے بھی ۱۲ دسمبر بروز جمعہ عید منائی (مثلاً تحصیل خوشاب ضلع سرگودھا وغیرہ) مگر اہلِ اسلام کی اکثریت نے عید جمعرات کو پڑھی۔ حیرت اس بات پر ہے کہ مطلع صاف ہونے کے باوجود جہاں پر چاند ۲۹ کو نظر نہیں آیا مثلاً لاہور، سرگودھا، لائلپور، سیالکوٹ، گوجرانوالہ وغیرہ وہاں پر کس شرعی دلیل سے عید کی گئی؟ واضح رہے کہ کراچی میں چاند ہو جانے سے ان مقامات پر عید نہیں ہو سکتی کیونکہ کراچی کا افق مختلف ہے ..... شرعی طور پر رؤیت ثابت ہونے کے صرف پانچ طریقے ہیں۔

(۱) انسان خود اپنی آنکھ سے دیکھے (۲) ایسے چند لوگوں کے کہنے پر یقین ہو جائے جو یہ کہیں کہ ہم نے خود چاند دیکھا ہے (۳) دو عادل مرد چاند دیکھنے کی شہادت دیں۔ (۴) ماہِ سابق کے تیس دن پورے ہو جائیں (۵) حاکم شرع اعلان کرے کہ چاند ہو گیا۔"

(پیامِ عمل جنوری ۱۹۷۰ء)

الفرقان۔ افق کے بارے میں بھی کسی قطعی فیصلہ کے ہو جانے کی ضرورت ہے تاکہ آئے دن رؤیتِ ہلال کے متعلق مسلمانوں میں اختلاف نہ ہوا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے کہ چاند کے دیکھنے سے روزہ اور عید وابستہ ہیں۔

(۶) علماء کے دو اعلان

ہفت روزہ زندگی لاہور راوی ہے کہ :-

"مفتی محمود صاحب نے اعلان کیا تھا کہ وہ مولانا مودودی کو مسلمان سمجھتے ہیں مگر مفتی صاحب کے سامنے ہی مولانا ہزاروی بار بار مولانا مودودی کو کافر اور کافر کا بچہ کہے جا رہے تھے۔"

(زندگی ۲۴ نومبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان۔ علماء کے فتووں اور اعلانوں کو وزن دینے والے ان بیانوں پر غور کر سکتے ہیں۔

(۷) مساجد اور نمازیوں کی تعداد ؟

روزنامہ جنگ کراچی لکھتا ہے :-

" اب مسجدوں سے زیادہ نمازی بنانے کی ضرورت ہے۔ اور اگر اسے مبالغہ نہ سمجھا جائے تو کہہ سکتے ہیں کہ اس وقت عالم اسلام میں مساجد نمازیوں سے کہیں زیادہ تعداد میں ہیں۔" (جنگ ۹ر دسمبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان ۔ یہ حالت افسوسناک ہے۔ احادیث نبویہ میں اس بارے میں پہلے سے خبر دی گئی ہے یہ سب آخری زمانہ کی علامات ہیں۔

اصل اسلام کونسا ہے ؟

ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور لکھتا ہے :-

" پاکستان کی تخلیق کا اصل محرک اسلام تھا لیکن اختلاف اس میں ہے کہ وہ اسلام کیا ہے؟ کونسا ہے؟ ـــ بھاشانی کا اسلام؟ - شیخ مجیب کا اسلام؟ مفتی محمود اور ہزاروی صاحب کا اسلام؟ پرویز کا اسلام؟ بھٹو اور مبشر یا بختیار صاحب کا اسلام؟ - اس کا اسلام اور اس کا اسلام؟ ہر ایک اس امر کا مدعی ہے کہ جو میں کہتا ہوں وہ عین اسلام ہے ۔ پس ان تعبیرات میں اصل گوہر مقصود ضائع ہو رہا ہے۔" (تنظیم اہلحدیث ۱۹ر دسمبر ۱۹۶۹ء)

الفرقان ۔ جب صورتِ حال یہ ہے تو اس کا اصل حل تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے الہام سے خود معیّن فرمائے کہ اصل اسلام کونسا ہے؟ اہلِ مملکت کے لئے بہترین صورت یہ ہے کہ جو شخص اور جو فرقہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرے اسے مملکت کے امور کی حد تک بہرحال مسلمان قرار دیا جائے۔

(۹) بھارتی مسلمان پریس کی تمنا

مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی نے ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۹ء کے اخبار صدق جدید میں "پاکستانی پریس سے گزارش" کے زیر عنوان لکھا ہے :-

"خبر چھپی ہے کہ یکم جنوری سے صدر یحیٰی خان اپنے ملک میں مارشل لا کی سختیوں میں کچھ نرمیاں شامل کر دیں گے اور سیاسی پارٹیوں کو تھوڑی بہت آزادیاں دیدینگے! ـــ خدا معلوم ان آزادیوں، سہولتوں اور نرمیوں میں یہ بھی شامل ہے یا نہیں کہ اُدھر کی اخباری اور کتابی ڈاک بھی ہندوستان کے لئے کھل جائیگی؟ اگر یہ کھل رہی ہے جب ہندوستانی مسلمانوں اور یہاں والوں کیلئے کوئی خوشی کا موقع ہے ورنہ نہیں۔ ... یقین ہے کہ پاکستانی پریس ضرور اس بندش کے دُور کرنے پر اپنی حکومت کو توجہ دلائے گا۔"

الفرقان ۔ ہم اس تمنا کے برلانے کے لئے حکومتِ پاکستان سے دعا کرتے ہیں۔

النساء ع ۲۲

البیان

قرآن مجید کا سلیس اردو ترجمہ مختصر اور مفید تفسیری حواشی کے ساتھ

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا

اہل کتاب (یہودی) تجھ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ تو آسمان سے اُن پر مجسّم کتاب

مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْۤا

نازل کرے ۔ ان لوگوں نے تو موسیٰ ؑ سے اِس سے بھی زیادہ غیر مناسب مطالبہ کیا تھا جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ

اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ

اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ کو مجسّم طور پر ہمارے سامنے دکھادے۔ تب ان کے ظلم کے نتیجہ میں انہیں آسمانی عذاب نے پکڑ لیا۔

ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ

بعد ازاں ان لوگوں نے، ان کے پاس دلائل و بیّنات آجانے کے باوجود، بچھڑے کو معبود بنا لیا۔

فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ○

پھر ہم نے اس سے درگزر فرمایا۔ اور حضرت موسیٰ ؑ کو کھلا برہان عطا کیا۔

تفسیر:۔ اس رکوع کی پہلی آیت میں یہود کے ان ناجائز اور غیر معقول مطالبات کا تذکرہ ہے جو وہ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کرتے رہے ہیں۔ پھر ان کی گوسالہ پرستی ایسی عملی پستی کا بیان ہے۔ دوسری آیت میں ان سے مقدس مقام ”طور“ میں پختہ عہد لینے کا ذکر کرکے اُن کی عہد شکنیوں اور

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَ قُلْنَا لَهُمُ

ہم نے ان سے پختہ عہد لینے کے وقت کوہِ طور کو ان پر بلند کیا یعنی وہ اسکے دامن میں تھے۔ ہم نے انہیں کہا کہ

ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي

(شہر کے) دروازہ میں سے اطاعت گزاری اختیار کرتے ہوئے داخل ہو جاؤ۔ ہم نے یہ بھی کہا کہ احکامِ سبت کے بارے میں حد سے

السَّبْتِ وَ اَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝ فَبِمَا

تجاوز نہ کرنا۔ ہم نے ان سے اس بارے میں مضبوط عہد لیا۔ پھر ان کے

نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَ كُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ

اپنے معاہدہ کو توڑنے، احکامِ الٰہی کا انکار کرنے، نبیوں کو

الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ

ناحق طور پر قتل کرنے اور یہ کہنے کے باعث کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں (ہم نے انکو سزا دی) بلکہ

طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

ان کے معاندانہ کفر کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مُہر لگا دی ہے وہ اب بالکل ایمان لانے کی توفیق نہیں پا سکتے۔

وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ۝ وَّ

نیز ان کے کفر کرنے اور حضرت مریمؑ پر بہتان باندھنے کے باعث بھی (انہیں یہ سزا ملی ہے)۔ پھر اس وجہ سے بھی کہ

نافرمانیوں کا ذکر فر... یہود کے نبیوں سے ہمیشہ برسرِ پیکار رہنے کے نتیجہ میں ان کے دلوں کے زنگ آلود

ہو جانے کا بیان فر...

تیسری نا... ...یت میں یہود کے اس رویّہ کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے حضرت مریمؑ اور حضرت مسیح

علیہ السلام کے بارے... ...ختیار کر رکھا تھا۔ فرمایا کہ ان لوگوں نے حضرت مریمؑ کو بدکار عورت قرار دیکر اس پر

قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ

انہوں نے جھوٹا دعویٰ کیا کہ ہم نے مسیح عیسےٰ بن مریم کو جو رسول اللہ ہونے کے مدعی تھے قتل کر دیا ہے

اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَ

حالانکہ انہوں نے نہ اسے دوسرے طریقوں سے قتل کیا تھا اور نہ ہی مصلوب کر کے مارا تھا لیکن وہ (مسیح) ان کی نظر میں مقتول و

اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهٖ

مصلوب کے مشابہ ہو گیا تھا۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے مسیح کے بارے میں اختلاف کیا وہ اسکے معاملہ میں شک میں ہیں۔ ان کو اس بارے میں کوئی

مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ۝ بَلْ

یقینی علم نہیں ہے وہ صرف گمان کی پیروی کر رہے ہیں حقیقت یہی ہے کہ از روئے یقین انہوں نے مسیح کو بالکل قتل نہیں کیا۔ مزید برآں

رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝ وَاِنْ مِّنْ

اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے ہاں خاص عظمت و رفعت عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے۔ تاہم کوئی اہل کتاب (یہودی

اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ

یا عیسائی) نہیں ہے مگر وہ اپنے قول (اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ) پر ہی اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا رہے گا یعنی مسیح کو مقتول و مصلوب ہی مانتا

الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۝ۚ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ

رہے گا۔ ہاں قیامت کے روز مسیح خود ان کے خلاف گواہ ہوگا۔ یہودیوں کے ظلموں کے باعث

بہتانِ عظیم لگایا اور مسیح جو مدعی نبوت و رسالت تھے انہیں بلحاظ پیدائش ولد الزنا ٹھہرایا اور بلحاظ انجام انہیں مقتول و مصلوب قرار دیکر ملعون اور غیر مرفوع الی اللہ گردانا۔ یہی وہ اسباب و موجبات ہیں جن کے باعث یہودی قوم لعنتی ٹھہری اور ایمان سے محروم ہوگئی۔ ان عظیم جرائم کے ساتھ ساتھ یہودیوں کی سود خوری اور ناجائز طور پر دوسروں کے مال کھانے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔

هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَ بِصَدِّهِمْ عَنْ

ہم نے ان کے لئے وہ پاک نعمتیں حرام کر دیں جو پہلے اُن کے لئے حلال تھیں۔ نیز ان کے بہتوں کو

سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۝ وَّ اَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَ

راہِ خدا سے روکنے کے باعث۔ پھر ان کے سُود لینے کی وجہ سے حالانکہ انہیں سُود لینے سے منع کیا گیا تھا نیز

اَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ

دوسروں کے مال ناجائز طریقوں سے کھانے کی وجہ سے بھی۔ ہم نے ان میں سے کافروں کے لئے

عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

دردناک عذاب تیار کیا ہے۔ ہاں ان میں سے پختہ علم والے اور مومن مستثنیٰ ہیں جو کہ

يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ

اُس وحی پر بھی ایمان لاتے ہیں جو تجھ پر نازل ہوئی اور جو تجھ سے پہلے اُتاری گئی۔ خاص طور پر

الْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

وہ نمازوں کے قائم کرنے والے ہیں نیز زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور آخرت

بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ ع ۲۲ / ۲

کے دن پر یقین رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں کو ہم عنقریب اجر عظیم دیں گے۔

دسویں اور اس رکوع کی آخری آیت میں ان لوگوں کا ذکر ہے جو اُن میں سے نیکوکار اور اہلِ علم بن گئے ہیں۔ ان کے صفات کا اس آیت میں واضح بیان ہے ان کے ایمان کا بھی اور ان کے اعمال اقامتِ صلوٰۃ اور ایتاءِ زکوٰۃ کا بھی۔ نمازوں پر زور دینے کے لئے وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ میں نصب علی الاختصاص کے طریق کو اختیار کیا گیا ہے۔ اس رکوع کی آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سوائے آخری آیت کے

یہود کی خرابیوں اور گندے عقائد کا ہی تذکرہ ہے اور حضرت مسیحؑ کی ان کے اتہامات سے بریت کا بیان مقصود ہے۔

یہودیوں کا مسیحؑ پر یہ اعتراض نہ تھا کہ وہ آسمان پر جسم سمیت زندہ کیوں نہیں چڑھے؟ کیونکہ یہود جن نبیوں کو سچا مانتے تھے جیسے موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام۔ ان کے بارے میں بھی ان کا یہ اعتقاد نہیں ہے اسلئے وہ حضرت مسیحؑ پر یہ اعتراض نہ کر سکتے تھے۔ ان کا اعتراض یہ تھا کہ مسیحؑ مدعی نبوت تھا اور ہم نے اسے صلیبی موت سے مار دیا ہے اور ہماری تورات میں لکھا ہے کہ جو مدعی نبوت صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے اسلئے مسیح لعنتی ہے اور لعنتی کا رفع روحانی اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں ہوتا لہٰذا وہ دعویٰ رسالت میں کاذب ہے۔ یہود کے اسی نقطۂ نظر کو ذکر کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے قول اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ کے ساتھ لفظ رَسُوْلَ اللّٰهِ کا بھی اضافہ فرمایا جسے یہودی طنزاً حضرت مسیحؑ کی رسالت کے ابطال کے طور پر استعمال کرتے تھے ورنہ ظاہر ہے کہ وہ مسیحؑ کو واقعی رسول اللہ مان کر ایسا نہ کہہ سکتے تھے۔

پس جب یہودیوں کا اعتراض ہی یہی تھا کہ مسیح صلیب پر مر کر لعنتی ہو گئے ہیں اور ان کا روحانی رفع نہیں ہوا تو ان کے جواب میں یہ کہنا کہ مسیحؑ کو زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھا لیا گیا ہے کتنا بے جوڑ ہے۔ رفع جسم تو زیر بحث ہی نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اعتراض کا نہایت مکمل، مدلل اور مسکت جواب دیا ہے۔ فرمایا کہ اول تو بلحاظ واقعات یہ دعویٰ بے دلیل اور بے بنیاد ہے کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر مر گئے تھے۔ تم لوگ یہودی ہو یا عیسائی غلط طور پر یہ عقیدہ رکھتے ہو تمہارے پاس اس دعویٰ کا کوئی قطعی اور علمی ثبوت نہیں۔ تم ایک ظن اور گمان کی پیروی کر رہے ہو۔ تم نے ایک زندہ انسان کو محض مقتول و مصلوب کے مشابہ دیکھ کر اس کے قتل کا دعویٰ کر دیا ہے حالانکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص پر وار کیا جاتا ہے اور وہ زخمی بھی ہو جاتا ہے مگر اس کی موت واقع نہیں ہوتی بلکہ وہ بچ جاتا ہے اور صحتیاب ہو کر لمبی زندگی پا لیتا ہے۔ عام مشاہدہ بھی ہے کہ ہر وہ شخص جس پر تلوار یا تیر چلایا جائے، جسے گولی کا نشانہ بنایا جائے ضروری نہیں کہ وہ اس سے مر جائے۔ یہ درست ہے کہ کچھ لوگ مر بھی جاتے ہیں مگر یہ بھی تو درست ہے کہ کچھ لوگ بچ بھی جاتے ہیں۔ پس محض کسی پر حملہ ہو جانا اس کے مقتول ہو جانے کا ثبوت نہیں ہوتا۔ محض کسی کا لکڑی کی صلیب پر لٹکا دیا جانا اس کی موت [illegible] ثبوت نہیں ہے۔ اس کی موت کے قطعی اور یقینی طور پر ثابت کرنے کے لئے کسی اور قطعی ثبوت کی ضرورت ہوگی۔ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک بیہوش شخص کو مردہ سمجھ لیا گیا حالانکہ وہ زندہ تھا اور پھر عرصہ دراز تک زندہ رہا۔

قرآن مجید اس جگہ صراحت فرماتا ہے کہ یہود نامسعود نے حضرت مسیحؑ کو بے دلیل مقتول قرار دیکر ملعون قرار دیدیا ہے اور اسے اپنی ایمانیات میں داخل کر لیا ہے کیونکہ اگر یہودی حضرت مسیحؑ کو صلیب سے زندہ

اُترنے والا مان لیں تو ان کی یہودیت باطل ہوجاتی ہے اور حضرت مسیح صادق و راستباز قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح نادان عیسائیوں نے محض یہودیوں سے مرعوب ہو کر پیشگوئیوں، نوشتوں اور مسیح کی مقبول دعا کے صریح مخالف مسیح کی صلیبی موت کو حقیقت مان لیا اور یہ بھی تسلیم کر لیا کہ صلیبی موت ایک لعنتی موت ہے۔ اس طرح انہوں نے بھی حضرت مسیح کو ملعون قرار دیدیا۔ پولوس نے لکھا ہے:-

"مسیح جو ہمارے لئے لعنتی بنا اس نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کیونکہ لکھا ہے کہ جو کوئی لکڑی پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے۔" (گلتیوں ۳/۱۳)

"جسے تم نے صلیب پر لٹکا کر مار ڈالا تھا۔" (اعمال ۵/۳۰)

اب عیسائی عقیدہ یہی ہے کہ مسیح صلیب پر مر کر ہمارے لئے ملعون ہو گیا ہے۔ کوئی یہودی یہودی نہیں رہتا اگر وہ مسیح کی صلیبی موت کا انکار کرے۔ کیونکہ اندریں صورت اسے حضرت مسیح کو سچا اور راستباز بھی ماننا پڑے گا۔ اسی طرح کوئی عیسائی عیسائی نہیں رہ سکتا جب تک وہ مسیح کی صلیبی موت کو مان کر ان کا لعنتی ہونا تسلیم نہ کرے کیونکہ وہ کفارہ کا قائل ہے اور کفارہ کی بنیاد ہی صلیبی موت پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دو متضاد اور سراسر غلط نتائج اخذ کرنے کے باوجود یہودی اور عیسائی اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر مر گئے اور لعنتی قرار پائے۔

قرآن مجید کا منصب حضرت مسیح کو لعنت سے پاک ٹھہرانا اور انہیں مرفوع الی اللہ قرار دینا ہے قرآن مجید نے مسیح کے چھ سو سال بعد آکر یہودیوں اور عیسائیوں کو چیلنج دیا کہ تم مسیح کے صلیب پر مرنے کو قطعاً ثابت نہیں کر سکتے۔ یہودی بھی اس میں عاجز ہیں اور عیسائی بھی۔ قرآن پاک کا یہ چیلنج ہمارے زمانہ میں نہایت عظمت اور شان سے جماعت احمدیہ کے ذریعہ تمام اقوام میں شائع کیا جا چکا ہے۔ ہر جگہ یورپ، ایشیا اور امریکہ وغیرہ میں بھی یہودیوں کے حاخام اور ربّی (علماء) اور عیسائیوں کے پادری سراسر لاجواب ہو گئے ہیں اور کوئی اس میدان میں نہیں ٹھہر سکتا۔

قرآن مجید نے کہا ہے کہ اوّل تو صلیبی موت کا دعویٰ ہی بے دلیل ہے، اس کا کوئی قطعی ثبوت ان لوگوں کے پاس نہیں ہے۔ انہوں نے تو مسیح کو محض مشابہ بالمقتول والمصلوب سمجھ کر اسے واقعی مقتول و مصلوب قرار دے دیا ہے جو سراسر غلط اور بے بنیاد طریق ہے۔ عام قتل کے لئے بھی رویت کے گواہ اور یقینی ثبوت چاہئیں مگر ایک نبی کے قتل کا ادعا ہو اور اس کا اتنا بڑا سنگین نتیجہ برآمد ہوتا ہو کہ اس نبی کو لعنتی قرار دیا جا رہا ہو تو اس قتل کو محض قیاس و گمان سے مان لینا کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا۔ اسلئے یہ تو یہود و نصاریٰ کی بنیادی غلطی ہے۔ دوسرے قرآن مجید نے فرمایا کہ واقعاتی شہادت یہ ہے کہ حضرت مسیح مقرب بارگاہ ہے

وہ خدا کا ملعون نہیں بلکہ مقبول و مرفوع بندہ ہے۔ اس کا مقبول و مرفوع ہونا خود اس بات کی دلیل ہے کہ ان کی صلیبی موت کا زعم سراسر باطل ہے اور یہودی اور عیسائی حضرت مسیح کو صلیب پر مرنے والا قرار دے کر اسے لعنتی ٹھہرانے میں سراسر ظالم ہیں۔

قرآن پاک نے اپنی اس صریح تردید اور اس واشگاف بیان کے باوجود یہود و نصاریٰ کے عناد کا یوں ذکر فرمایا ہے وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ کہ ہم نے تو ان کے دعویٰ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللّٰهِ کی مدلل تردید کر دی ہے اب چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ لوگ یہودی اور عیسائی یا ثبوت پیش کرتے جو وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ اور یا پھر اہل حق کی طرح اپنے باطل دعویٰ کو چھوڑ کر حق کو قبول کر لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ ایسے ضدی اور معاند ہیں کہ اپنی موت تک تو اس زعم پر ہی اصرار کرتے رہیں گے کہ ہم نے مسیح بن مریم کو صلیب پر مار دیا تھا لیکن مرنے کے بعد ان پر حقیقت منکشف ہو جائے گی اور اس وقت اُن کے منہ بند ہو جائیں گے۔

اس آیت میں کلمہ لَيُؤْمِنَنَّ میں لفظ ایمان محض ماننے کے لغوی معنوں میں مستعمل ہوا ہے جیسا کہ دوسری جگہ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوتِ میں آیا ہے یہ اصطلاحی اور حقیقی ایمان نہیں ہے بلکہ یہ تو یہود کی دیگر بُرائیوں کے ضمن میں ان کی ایک بُرائی کا ہی تذکرہ ہے یعنی ان کی باطل پر ضد اور ہٹ دھرمی کا۔ ورنہ ان میں سے نیکو کاروں کا استثناء آخری آیت وَلٰكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ سے شروع ہوا ہے۔

اس جگہ آخر میں اتنا مزید ذکر کرنا بھی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ میں آسمان کی طرف رفع کرنے یا اُٹھانے کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ اپنی طرف رفع کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حیز یا مکان نہیں ہے جس کی طرف مسیح کو اٹھایا جاتا۔ اللہ تعالیٰ تو ہر جگہ اور ہر مقام پر موجود ہے اسلئے اللہ تعالیٰ کی طرف جانا جسمانی نہیں ہوا کرتا روحانی ہی ہوتا ہے پس آیت کریمہ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ سے مسیح کے آسمان پر جانے کا خیال پیدا کرنا محض عیسائیوں کے عقیدہ سے مرعوبیت کی دلیل ہے ورنہ ان آیات میں اس امر کا ہرگز ذکر نہیں ہے نہ ہی یہ آیات مسیحؑ کے آسمانوں پر زندہ بٹھانے کے عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے بیان ہوئی ہیں' یہ تو صرف یہودیوں کے اتہامات سے حضرت مریمؑ اور حضرت مسیح کو پاک ٹھہرانے کے لئے نازل ہوئی ہیں۔ اسی نقطۂ نظر سے ان پر تدبر کرنا چاہیئے۔ حضرت مسیحؑ کے زندہ بجسدہ العنصری آسمانوں پر اُٹھائے جانے کا خیال ہرگز اسلامی خیال نہیں۔ اس سے خود سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مقام کا استخفاف لازم آتا ہے اسلئے اتمام حجت ہو جانے کے بعد اس عقیدہ سے توبہ کرنی چاہیئے +

(61)

شبِ معراج

(نتیجۂ فکر مکرم مولوی مبشر احمد صاحب راجیکی)

کس کی آمد ہے سرِ عرشِ بریں آج کی رات
دل بکف بیٹھے ہیں گردوں کے مکیں آج کی رات

نُور ہی نُور نظر آتا ہے تا حدِ نظر
طُور ہی طُور ہے تا چرخِ بریں آج کی رات

عالمِ وجد میں ہیں سدرہ و طوبیٰ کے نہال
محوِ گلگشت محمدؐ تو نہیں آج کی رات؟

ساعتِ وحدت تامہ ہے کہ معراج ہے یہ!
عبد معبود سے کتنا ہے قریں آج کی رات

سب کو چھوڑا نہ مگر جس نے خدا کو چھوڑا
عرش آرا ہے وہی فرش نشیں آج کی رات؟

خلوتِ خاص میں اوروں کو اجازت کیسی
پا سکے بار نہ جبریلِ امیں آج کی رات

پھر نہ اُٹھی ہو کہیں رُوئے محمدؐ سے نقاب
محوِ حیرت ہیں دو عالم کے حسیں آج کی رات

حق نے دی ہوگی کوئی بخششِ اُمت کی نوید
یُوں نہ روشن تھی محمدؐ کی جبیں آج کی رات

مغفرت چاہی خدا سے تو ہماری چاہی
یاد آئے ہیں تو آئے ہیں ہمیں آج کی رات

ہم گنہگاروں کو ٹھہرا کے سزاوارِ کرم
حق نے کھولا ہے درِ خلدِ بریں آج کی رات

عرش پر کیوں نہ مبشر ہو فرشتوں کا ہجوم
جلوہ فرما ہے مرا ماہِ مبیں آج کی رات

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضۂ کمالاتِ روحانیہ [1]

(محترم عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔اے، شاہد کے قلم سے)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات تمام فیوض وبرکات کا سرچشمہ ہے۔ وہ تمام صفاتِ حسنہ سے متصف اور ہر خیر وبرکت کا منبع ہے۔ دنیا کا ذرہ ذرہ اور وقت کا ایک ایک لمحہ اس کی بے پناہ اور کبھی نہ ختم ہونے والی عنایات پر زندہ گواہ ہے۔ سُنّت اللہ اس طرح پر جاری ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے ان افضال وبرکات اور فیوض وانعامات کو مختلف ذرائع سے دنیا میں ظاہر کرتا ہے۔ ان بے شمار وسائل میں سے ایک اہم وسیلہ انبیاء کرام کی بعثت کا سلسلہ ہے۔ انبیاء کرام اس زمرۂ ابرار کے سرخیل ہوتے ہیں جو ایک طرف تو ہستی باری تعالیٰ کے شاہدِ رؤیت ہوتے ہیں اور دوسری طرف دنیا کے لئے ان کا وجود خدا نما ہوتا ہے۔ یہ روحانی کمال اپنے اپنے درجہ اور مرتبہ کے مطابق ہر نبی کو حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ اس میدان میں سب سے افضل، سب سے کامل اور سب سے بلند مرتبہ سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوا کیونکہ آپ انبیاءؑ کے سرتاج اور تمام مقدسوں اور مطہروں کا فخر ہیں۔ آپؐ اس کائناتِ عالم کی علتِ غائی ہیں کیونکہ آپ ہی کی برکت سے حیطۂ کون ومکان کو خلعتِ تکوین سے نوازا گیا۔ آپؐ کا وجود دنیا جہان کے لئے رحمت اور نجات کا پیغام ہے اور آپؐ کی رسالت کا دائرہ زمان ومکان کی قید سے بالا تر ہے۔ دوسری طرف آپؐ اللہ تعالیٰ کی مقدس بارگاہ میں ایک ایسے بلند مرتبہ پر فائز ہیں کہ جس کا کامل ادراک اور بیان انسانی استعداد سے باہر ہے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

> "میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔"
>
> (حقیقۃ الوحی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالِ روحانیت کی عظمت اور وسعت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خدا اعد

---

[1] نوٹ :- یہ مقالہ مجلس ارشاد مرکزیہ کے اجلاس منعقدہ ۱۴ دسمبر ۱۹۶۹ء میں پڑھا گیا۔

بنی نوع انسان کے درمیان واسطہ اور شفیع ہیں۔ دَنٰی فَتَدَلّٰی ۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ محبت و قربِ الٰہی سے فیضیاب ہونے کے بعد بنی نوع انسان کو اس الٰہی فیضان سے مشرف کرنے کے لئے نیچے آئے اور اپنے افاضۂ کمالِ روحانی میں وہ مقام حاصل کیا کہ اتصال و اتحادِ تام کے دنیوی پیمانوں سے بہت بالا ایک ایسے منصب پر فائز ہو گئے جسے الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

اس علوِ مرتبت کا ایک پہلو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیین قرار دیا ہے جس کا مطلب ہے کہ آپ کی ذات میں دو قسم کے کمالات اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ گر ہیں۔

ایک طرف تو آپ کل انبیاء کے متفرق کمالات کے جامع ہیں، وہ کمالات جو انبیاء کرام میں متفرق طور پر اور محدود شکل میں پائے جاتے تھے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں یکجائی طور پر اور کامل صورت میں نظر آتے ہیں۔

اور دوسرا عظیم الشان کمال یہ ہے کہ آپ صرف خود ہی عظیم اور کامل نہیں بلکہ اپنی فیض رسانی میں وہ تاثیر قدسی رکھتے ہیں کہ آپ کے دم سے قیامت تک عظیم ترین روحانی کمالات کا حصول ممکن ہو گیا ہے۔ یہ دو طرفہ عظمت اور شوکت، میرے آقا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسا منفرد اعزاز ہے جس میں کوئی دوسرا نبی بھی آپ کا شریک نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ ختم نبوت کا یہ دوسرا پہلو یعنی افاضۂ کمالاتِ روحانیہ اپنے اندر بہت عظمت، شوکت اور وسعت رکھتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کی جسمانی ابوت کی نفی فرمائی ہے اس کے ساتھ ہی ذہن میں پیدا ہونے والے ہر نقص کے خیال کی نفی کرتے ہوئے آپ کے خاتم النبیین ہونے کا اعلان کر دیا ہے جس میں یہ اشارہ پایا جاتا ہے کہ گو آپ اُمت کے کسی بالغ مرد کے باپ نہیں لیکن آپ کا روحانی فیضان قیامت تک جاری رہے گا اور ہر دَور میں ایسے عاشقانِ رسول اور محبانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتے رہیں گے جو اس مقدس نبی کے دامنِ فیض سے وابستہ ہو کر روحانی زندگی پاتے رہیں گے۔ اس طرح کوئی زمانہ بھی آپ کے فیضان سے محروم نہ رہے گا۔ جسمانی اولاد تو ختم ہو سکتی تھی لیکن محمدی چشمہ سے آبِ حیات پینے والے یہ غلامانِ محمدؐ کبھی ختم نہ ہوں گے بلکہ ہر دَور میں اس بزرگ نبی اور ہادیٔ برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی دائمی حیات اور لازوال فیض رسانی کا اعلان کرتے رہیں گے۔

قرآن مجید میں ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراجِ منیر قرار دیا ہے۔ اس میں بھی یہ لطیف اشارہ ہے کہ جس طرح ایک چراغ سے ہزار چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور اس کی اپنی روشنی میں کچھ کمی واقع نہیں ہوتی اسی طرح نبوتِ محمدیہ کا یہ چراغ قیامت تک اپنے روحانی فیوض و برکات سے

مُردہ دلوں کو حیاتِ نَو عطا کرتا رہے گا اور اس
بزرگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغِ نبوت سے
فیضیاب ہو کر غلامانِ محمدؐ ہر روحانی کمال کو حاصل
کرتے رہیں گے۔ شرط صرف یہ ہے کہ طالبِ فیض
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہو،
آپؐ کی غلامی کا جُوا اپنی گردن پر رکھے اور اطاعت
و اتباعِ نبویؐ میں اپنا سب کچھ قربان کر دے۔
سُبحان اللہ! کیا عجیب منظر ہے اور
آپؐ کے خاتم النبیین ہونے اور آپؐ کے افاضۂ
کمالِ روحانی کو کس احسن پیرایہ میں بیان کیا گیا
ہے۔ فرمایا کہ جس طرح ایک بُجھے ہوئے چراغ کو
روشن کرنے کے لئے روشن چراغ کے آگے جھکانا
پڑتا ہے اکتسابِ فیض کی یہی صورت یہاں پر
ہوگی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سراج منیر
قرار دیکر اللہ تعالیٰ نے اس بات کا اعلان کیا ہے
کہ ہمارا یہ برگزیدہ رسول ایک روشن چراغ ہے
جو نہ صرف خود روشن ہے بلکہ دوسروں کو روشنی
عطا کرنے کی کامل استعداد بھی اس میں موجود ہے
پس اگر تم اپنے دل کی کشتِ ویران کو پھر سے
زندہ کرنا چاہتے ہو اور اپنے نہاں خانۂ دل کے
تاریک گوشوں کو روحانیت کی کرنوں سے منوّر کرنا
چاہتے ہو تو آؤ اس چراغِ محمدی کے آگے اپنے گھٹنے
ٹیک دو، اس در کے غلام بن جاؤ اور اطاعت و
اتباعِ نبوی کا لبادہ اوڑھ کر اپنا سرِ نیاز اُس کے
آستانہ پر جھکا دو، تمہارے دل کا بجھا ہوا چراغ
بھی محمدی چراغ کے نور کی برکت سے روشن ہو جائیگا
اور تم بھی وہی روشنی اور نور اپنی استعداد کے
مطابق حاصل کر لو گے جو اس روشن چراغ میں موجود
ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اس عطائے خسروانہ سے محمدی
چراغ نبوت کی اپنی روشنی میں کچھ بھی فرق نہ آئیگا
خواہ اس سے ہزاروں چراغ روشن کر لئے جائیں۔
مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

"آپؐ کا نام چراغ رکھنے میں
ایک ..... باریک حکمت تھی
کہ ایک چراغ سے ہزاروں لاکھوں
چراغ روشن ہو سکتے ہیں اور اس
میں کوئی نقص بھی نہیں آتا۔ چاند
سورج میں یہ بات نہیں۔ اس سے
مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی پیروی اور اطاعت
کرنے سے ہزاروں لاکھوں انسان
اس مرتبہ پر پہنچیں گے۔ اور آپؐ
کا فیض خاص نہیں بلکہ عام اور
جاری ہے۔"

(الحکم ۱۴؍جولائی ۱۹۰۰ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان کا یہ
بحرِ ذخار تخلیقِ کائنات کے وقت سے موجزن
ہے۔ ہر دور نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان
پایا اور ہر زمانہ کے انسانوں نے اس باغِ محمدی کے
شیریں پھل کھائے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

قبل دنیا میں مبعوث ہونے والے انبیاء اس فیضان سے اس رنگ میں مستفیض ہوئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گزشتہ تمام انبیاء کی صداقت پر مہرِ تصدیق ثبت فرمائی اور ان کے منجانب اللہ ہونے کا ببانگِ دہل اعلان کیا۔ گویا آپ ہی کی برکت سے گزشتہ انبیاء کی نبوت ثابت ہوئی اور وہ نبوت کے بلند روحانی منصب کے حقیقی وارث یقین کئے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے:۔

"اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح بن مریم اور ملاکی اور یحیٰی اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔" (اتمام الحجۃ صفحہ ۲۸)

پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے زمانہ میں افاضۂ کمالاتِ روحانیہ کا ظہور اس رنگ میں ہوا کہ عرب کے وہ باشندے جو دین و دنیا سے ناواقف اور تہذیب و تمدن سے ناآشنا تھے، روحانیت سے بے بہرہ اور قربِ الٰہی کی لذت سے محروم تھے، ہاں وہی باشندے جو خاک کے ذروں سے زیادہ حیثیت نہ رکھتے تھے، اسی خاک کے ذرّے آفتابِ نبوتِ محمدیہ سے فیضیاب ہو کر اور چراغِ مصطفوی کی نورانی کرنوں سے منور ہو کر ہمدوشِ ثریا ہو گئے۔ جاہل عالم بن گئے، روحانیت سے بے بہرہ کمالِ روحانیت کے علمبردار بن گئے اور قربِ الٰہی کی لذت سے ناآشنا لوگ خدا نما بن گئے۔ یہ عظیم الشان روحانی انقلاب ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالِ روحانی کا ایک ادنیٰ کرشمہ! صحابہ کرامؓ کیا تھے اور محمدی فیضان کی برکت سے کیا ہو گئے۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں سنیئے۔ فرمایا:۔

"وہ جو عرب کے بیابانی ملک میں ایک عجیب ماجرا گزرا کہ لاکھوں مُردے تھوڑے دنوں میں زندہ ہو گئے اور پشتوں کے بگڑے ہوئے الٰہی رنگ پکڑ گئے اور آنکھوں کے اندھے بینا ہو گئے اور گونگوں کی زبان پر الٰہی معارف جاری ہوئے اور دنیا میں ایک دفعہ ایک ایسا انقلاب پیدا ہوا کہ نہ پہلے اس سے کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی کان نے سُنا۔ کچھ جانتے ہو کہ وہ کیا تھا وہ ایک فانی فی اللہ کی اندھیری راتوں کی دعائیں ہی تھیں جنہوں نے دنیا میں

شور مچا دیا اور وہ عجائب باتیں دکھلائیں کہ جو اس اُمّی بے کس سے محالات کی طرح نظر آتی تھیں۔"
(برکات الدعا صث)

آپؑ کے اس احیاءِ روحانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ:-

"ایک قوم جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی ان کو نجاست سے اُٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔ پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔ پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا اور اس قدر ان کے لئے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور ان میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔ یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی اُمت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحبت یاب ناقص رہے۔"
(حقیقۃ الوحی)

پھر آپؑ اپنے عربی منظوم کلام میں فرماتے ہیں:-

صادفتھم قوماً کروث ذلۃً
فجعلتھم کسبیکۃ العقیانِ
احییتَ اموات القرون بجلوۃٍ
ماذا یماثلک بھٰذا الشانِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ باجود اپنی لازوال تاثیراتِ قدسیہ کے اعتبار سے دنیا کے روایتی پارس پتھر سے لاکھوں درجہ بڑھ کر ہے۔ کیونکہ اس پاک نبیؐ کے دامن سے وابستہ ہو کر گوبر کی مانند ذلیل اور بے حقیقت قوم نہ صرف سونے کی طرح چمکدار بن گئی بلکہ صدیوں کے مُردے اس مسیحا نفس کے دم کی برکت سے زندہ ہو گئے۔ یہ عظیم الشان انقلاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالاتِ روحانی اور آپؐ کی تاثیراتِ قدسیہ کا ایک درخشندہ ثبوت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کیا خوب فرمایا ہے کہ:-

"جب ہم انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلۂ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبی اور زندہ نبی اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبی صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار، [illegible] کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج، جس کا نام محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے

وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔"
(سراج منیر صلا)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا افاضۂ کمالات روحانیہ آپ کی جسمانی زندگی تک ہی محدود نہیں بلکہ اس کا دائرہ قیامت تک ممتد ہے۔ وقت کا کوئی لمحہ اور کائنات کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں آپ کی روحانیت کا دائمی فیض جلوہ گر نہ ہو۔ اس دائمی فیض کی مناسبت سے آپ ہمیشہ کے لئے زندہ اور آپ کا فورِ نبوت تا قیامت جاری و ساری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں اور ان کا فیض نبوت قیامت تک جاری ہے"
(البلاغ المبین صلا۲)

نیز فرمایا:-

"اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اس کے ہمیشہ زندہ رہنے کے لئے خدا نے یہ بنیاد ڈالی ہے کہ اس کے افاضہ تشریعی اور روحانی کو قیامت تک جاری رکھا۔"
(کشتی نوح صلا۱۳)

اللہ تعالیٰ نے اس افاضۂ روحانی اور تشریعی کی یہ صورت قائم کی ہے کہ اب قیامت تک ہر روحانی کمال حاصل کرنے کے لئے نبوت محمدیہ کی پیروی اور اطاعت لازمی قرار دی گئی ہے۔ جو شخص بھی آپ کی پیروی کریگا اور آپ کے عشق میں خود کو فنا کر دے گا وہ برکاتِ محمدی کا وارث بن جائے گا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جاودانی فیضان کا کمال ہے کہ وہ زمان و مکان کی حدود سے بے نیاز ہر جگہ اور ہر وقت جلوہ فگن ہے۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے فرمایا ہے:-

"ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے سید و مولیٰ (اس پر ہزار ہا سلام) اپنے افاضہ کے رُو سے تمام انبیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ کیونکہ گزشتہ نبیوں کا افاضہ ایک حد تک آکر ختم ہو گیا اور اب وہ قومیں اور وہ مذہب مُردے ہیں۔ کوئی ان میں زندگی نہیں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان قیامت تک جاری ہے۔"
(چشمہ مسیحی صلا)

اللہ تعالیٰ کی محبت کا حاصل ہو جانا ایک عظیم الشان روحانی انعام اور کمال ہے۔ ہر انسان اس محبت کا بھوکا اور دیدارِ الٰہی کا طلبگار ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالِ روحانی کا یہ پہلو کس قدر دلآویز ہے کہ محبت الٰہی کی نعمت حاصل کرنے کی بنیادی شرط اللہ تعالیٰ نے یہ مقرر کی ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم اور غلام ہو۔ فرمایا:-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ
فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔

پس جو اس دروازہ سے داخل ہوگا وہ منزلِ مقصود تک پہنچ جائے گا کیونکہ اب اس وسیلہ کے سوا گوہرِ مقصود تک پہنچنے کی اور کوئی راہ نہیں ؎

واللّٰہِ انّ محمّداً کردافۃ
وبہ الوصولُ بسُدّۃِ السُّلطانِ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ نے اپنا کسی کے ساتھ پیار کرنا اس بات سے مشروط کیا ہے کہ ایسا شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے۔ چنانچہ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچے دل سے پیروی کرنا اور آپؐ سے محبت رکھنا انجام کار انسان کو خدا کا پیارا بنا دیتا ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص)

نیز فرمایا:-

"سبحان اللہ اس سرورِ کائناتؐ کے حضرتِ احدیت میں کیا ہی اعلیٰ مراتب ہیں اور کس قسم کا قرب ہے کہ اس کا محبّ خدا کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا خادم ایک دنیا کا مخدوم بنایا جاتا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے خدا کا محبوب اور اس در کی غلامی سے دنیا کا مخدوم بن جانا اس حقیقت پر دال ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف بارگاہِ احدیت میں بلند ترین مقام پر فائز ہیں اور دوسری طرف اپنے افاضہ کی رُو سے محبتِ الٰہی کا سرچشمہ ہیں۔ گویا آپ محبتِ الٰہی کے پہلے اور حقیقی مورد ہیں اور باقی سب مقربانِ الٰہی اس آستانۂ محمدی کے محتاج اور دریوزہ گر ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"جو شخص حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل طور پر متابعت کرتا ہے اس کا مرتبہ خدا کے نزدیک اس کے تمام ہمعصروں سے برتر و اعلیٰ ہے۔ پس حقیقی اور کلّی طور پر تمام فضیلتیں حضرت خاتم الانبیاءؐ کو جنابِ احدیت کی طرف سے ثابت ہیں اور دوسرے تمام لوگ اس کی متابعت اور اس کی محبت

کے طفیل سے متابعت و محبت
علیٰ قدرِ مراتب پاتے ہیں فما اعظم
شانہ کما لہٗ اللّٰھمّ صلّ علیہ
وآلہٖ" (براہین احمدیہ حصہ چہارم
حاشیہ در حاشیہ ص۵۲۱)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالاتِ روحانیہ کا ایک اور درخشندہ پہلو یہ ہے کہ جہاں ایک طرف آپؐ کے فیضان کا دامن تمام زمانوں پر پھیلا ہوا ہے اسی طرح دنیا کی کوئی روحانی نعمت اور برکت ایسی نہیں جو آپؐ کی اتباع سے حاصل نہ ہوتی ہو۔ روحانیت کے چار عظیم الشان مراتب ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے یعنی نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت۔ یہ چاروں مراتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اتباع سے حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ نبوتِ محمدیہ کا یہ کس قدر عظیم کمال ہے کہ اس کی برکت سے روحانیت کے سب درجات کا حصول ممکن ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور پیروی اور آپؐ کی غلامی کے طفیل آپؐ کی اُمّت کے افراد روحانیت کے بلند ترین مقام یعنی نبوت کے مرتبہ کو بھی حاصل کر لیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔

مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ
فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ
اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ
وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ
رَفِيْقًا ○ (النساء آیت ۷۰)

کیا ہی عظیم الشان مقام ہے اور کس قدر دریا فیضانِ نبوت ہے جس کا ذکر اس آیتِ کریمہ میں کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روحانیت کے چاروں مراتب حاصل ہو سکتے ہیں لیکن صرف اس کو جو اللہ تعالیٰ کی اور ہمارے اس رسول یعنی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنائیت کا مقام حاصل کرنے والا ہوگا گویا روحانیت کا ہر مرتبہ اور کمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے مل سکتا ہے اور روحانیت کا ہر فیضان آپؐ کی غلامی سے وابستہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل کسی نبی کو یہ مقامِ افاضۂ کمال حاصل نہ ہوا کہ اُس کی پیروی سے اس کا متبع نبی بن سکتا۔ یہ مقام صرف اور صرف ہمارے آقا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا کہ آپؐ کا سچا متبع اور پیروکار صدیقیت، شہادت اور صالحیت ہی نہیں بلکہ نبوت کے مقام پر بھی سرفراز ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اللہ جلّشانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو صاحبِ خاتم بنایا یعنی
آپؐ کو افاضۂ کمال کے لئے مُہر دی
جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی
وجہ سے آپؐ کا نام خاتم النبیین
ٹھہرا یعنی آپؐ کی پیروی کمالاتِ

نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ
روحانی نبی تراش ہے۔ اور یہ قوت
قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔"
(حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ)

افاضۂ کمالِ روحانی کا یہ پہلو بہت ہی ایمان
افروز ہے کہ ایک طرف تو روحانیت کے سب
کمالات محمدی نبوت کے تابع ہیں اور اس نبوت
تامہ کی اتباع کاملہ ہی سے روحانیت کا ہر کمال
حاصل ہو سکتا ہے اور دوسری طرف اس نبوتِ
محمدیہ سے جدا ہو کر کچھ بھی حاصل نہیں کیا جا سکتا۔
اس ایک دروازہ کے علاوہ سب دروازے
بند اور حصولِ فیض کے سب وسائل مسدود نظر
آتے ہیں۔ اس تقابل سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی ذات فیوض و برکات کا آفتاب اور
سرچشمہ ہے جو اس در کا غلام نہیں اور اپنے آپکو
محمدی فیضان کا محتاج یقین نہیں کرتا وہ ادنیٰ سے
ادنیٰ خیر سے بھی تا ابد محروم رہے گا۔ حضرت مسیح پاک
علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر
فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل
کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ
پا سکتا ہے وہ صرف اور صرف
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی
اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا
ہے ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا
اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔"
(الحکم ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۶ء)

پھر فرمایا :-

"ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل
ہیں یہ سب رسول اکرمؐ کے فیض
سے ہی ہیں۔ آنحضرتؐ سے الگ
ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں
اور خاک بھی نہیں ۔۔۔ کوئی ہزار
تپسیا کرے، جپ کرے، ریاضت
شاقہ اور مشقتوں سے مشت استخوان
ہی کیوں نہ رہ جائے مگر ہرگز کوئی
سچا روحانی فیض بجز آنحضرتؐ
کی پیروی اور اتباع کے کبھی میسر
آ سکتا ہی نہیں اور ممکن ہی نہیں۔"
(الحکم ۱۰؍مئی ۱۹۰۸ء)

نیز فرمایا :-

"ہمارا اس بات پر ایمان ہے کہ
ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر
اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا
چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ
مدارج بجز اقتدار اس امام الرسل
کے حاصل ہو سکیں۔ کوئی مرتبہ شرف
وکمالات کا اور کوئی مقام عزت
اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت

اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز
حاصل کر ہی نہیں سکتے۔"

(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۱۳۸)

پھر ایک دُور موقعہ پر آپؑ فرماتے ہیں:۔

"میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر
کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے بعد یہ دعوی کرے کہ میں مستقل
طور پر بلا استفاضہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے مامور ہوں اور خدا تعالےٰ
سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ مردود
اور مخذول ہے۔ خدا تعالیٰ کی ابدی
مُہر لگ چکی ہے اِس بات پر کہ کوئی
شخص وصول الی اللہ کے دروازہ
سے آ نہیں سکتا بجز اتباع آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے۔"

(الحکم ۳۱ رمئی ۱۹۰۲ء)

پھر اسی سلسلہ میں آپؑ کس شان سے فرماتے ہیں:۔

"وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض
کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار
افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ
کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ
ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک
فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے
اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اسکو
عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ
سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔"
(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۱۵)

نیز فرمایا:۔

"آپؐ کے اتباع کو چھوڑ کر
خواہ کوئی ساری عمر ٹکریں مارتا رہے
گوہرِ مقصود اس کے ہاتھ میں نہیں
آسکتا۔" (الحکم ۲۴ ر اکتوبر ۱۹۰۴ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ کمالِ روحانی کا سراج منیر ہر زمانہ کو اپنی نورانی شعاعوں سے منور کرتا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ کے بعد محمدی فیض کی برکت سے آسمانِ روحانیت پر ہزاروں ستارے چمکے جنہوں نے اپنے اپنے وقت پر رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دیا اور بالآخر ہمارے اِس زمانہ میں شانِ محمدی کا ایک نہایت حسین جلوہ دنیا نے دیکھا جبکہ محمدی آفتاب کے نور سے منور ہو کر ماہتابِ محمدی جلوہ گر ہوا۔ قادیان کی گمنام بستی سے ایک عاشقِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فدائیت اور فنائیت کا ایسا کامل نمونہ دکھایا کہ خدائے ذوالعرش نے اتباعِ نبوتِ محمدی کی برکت سے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نبوت کے بلند روحانی مقام پر سرفراز فرما دیا۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقامِ نبوت پر سرفراز کیا جانا اس بات پر شاہد ناطق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و

برکات کا سلسلہ آج بھی جاری ہے کیونکہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ مقام اور مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور عشق کی برکت سے نصیب ہوا نہ کسی اور وجہ سے۔ آپؑ خود فرماتے ہیں کہ :-

" اللہ تعالیٰ کی مصلحت اور حکمت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افاضۂ روحانیہ کا کمال ثابت کرنے کے لئے یہ مرتبہ بخشا ہے کہ آپؐ کے فیض کی برکت سے مجھے نبوت کے مقام تک پہنچایا۔"

(حقیقۃ الوحی ص۱۵۰ حاشیہ)

اسی ضمن میں آپؑ فرماتے ہیں :-

" میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا سخت بد ذاتی ہے کہ خدا نے مجھے میرے بزرگ و اجب الاطاعت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا یہ ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا۔ اور اس قدر نشانِ غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔"

(تریاق القلوب ص۹)

نیز فرمایا :-

" میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۶۴)

نیز فرمایا :-

" یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرفِ مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا۔" (تجلیاتِ الٰہیہ ص۲۴)

اس سارے بیان سے واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ خاتم النبیین
پر سرفراز فرما کر ایسا عظیم الشان افاضۂ کمالِ
روحانی عطا فرمایا ہے جو ہر پہلو سے بے مثال اور
ہر جہت سے شاندار ہے۔ اس افاضۂ کمالِ روحانی
کی برکت سے روحانیت کا ہر کمال حاصل ہوتا
ہے اور جو اس راہ سے نہیں آتا وہ محروم ازلی
ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ افاضۂ
کمالِ روحانی تا قیامت جاری ہے اور ہر
دور میں آپ کی نبوتِ تامہ کے افاضۂ کاملہ
کے مظہر ظاہر ہوتے رہیں گے جو آپ کی جاودانی
حیات اور برکات کے زندہ گواہ ہوں گے۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نبوتِ محمدیہ
کی برکت سے نبوت کا عظیم ترین روحانی کمال
حاصل کر کے اس دعویٰ کا عملی ثبوت پیش فرمایا۔
آپ نے صاحبِ کوثر سیدنا و مولانا حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں فنا ہو کر
باغِ محمدی کے شیریں ثمر کھائے اور آئندہ کے لئے
فیضانِ نورِ محمدی کے ہر طالبِ صادق کو یہ نسخۂ
کیمیا بتلا دیا کہ:-

"اگر تم چاہتے ہو کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض کو حاصل
کرو تو ضرور ہے کہ اس کے غلام
بن جاؤ۔" (البدر ۲۴ر اپریل ۱۹۰۲ء)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ
وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۔

غلامِ احمدِ مرسل پئے کسرِ صلیب آیا

خدا کا دین پھیلانے خدا کا وہ حبیب آیا
غلامِ احمدِ مرسل پئے کسرِ صلیب آیا

اُٹھو قبروں سے اے مُردو! مسیحِ وقت آپہنچا
مریضو! مژدہ ہو تم کو کہ روحانی طبیب آیا

وہ جس کی منتظر صدیوں سے قومیں تھیں وہ آپہنچا
اُٹھو دوڑو قدم چومو وہ مولیٰ کا نقیب آیا

محمد کی توجہ نے خلافت کو کیا جاری
خلافت کی ردا اوڑھے وہ ناصر خوش نصیب آیا

گلستانِ محمد پر بہار آئی مبارک ہو
ترانے حمد کے گانے کا وقت اے عندلیب آیا

کرو ہمت اکرو کوشش کہ یورپ کی کھلیں آنکھیں
پڑھے کلمہ محمد کا کہ وقت اب عنقریب آیا

جہاں سے ظلم مٹنے کا بدی کے ختم ہونے کا
طفیلِ احمدیت خوب طاقت میں غریب آیا

تجھے معراجِ نبوی کا بتا دوں راز پوشیدہ
خدا خود آسمانوں سے محمد کے قریب آیا

(عبدالحمید آصف ایم اے۔ لاہور)

جماعت اسلامی کا منشور اور منافرت انگیزی

ہفت روزہ "لاہور" کا قابلِ توجہ افتتاحیہ

مارشل لاء کے ضابطہ ۶۰ میں صراحت کی گئی ہے کہ کسی شخص یا جماعت کو انتخابی بیانات وغیرہ میں ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوگی جن سے ملک کے مختلف علاقوں، طبقوں، نسلوں، ذاتوں، فرقوں اور قبیلوں کے لوگوں اور مختلف مذہبی عقائد رکھنے والے لوگوں کے درمیان منافرت اور دشمنی کے جذبات پیدا ہوں۔

مودودی صاحب نے اپنی جماعت کا جو منشور شائع کیا ہے اس کی ایک شق یوں ہے: "جو لوگ محمد رسول اللہ کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہیں اور اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر کہتے ہیں انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے کیونکہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے معنے یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں۔"

اس عبارت میں لفظ "غیر مسلم اقلیت" اور "غیر مسلم اکثریت" میں مغالطہ ہے۔ بے شک مسلمانوں کے فرقوں شیعہ، سنّی اور اہلحدیثوں وغیرہم میں باہم ایک دوسرے کو کافر کہنے کے فتوے تو موجود ہیں مگر نہ وہ ایک دوسرے کو غیر مسلم اقلیت کہتے ہیں اور نہ اس کا مطالبہ کرتے ہیں۔ غیر مسلم اقلیت یا اکثریت ایک اصطلاح ہے جو اُن لوگوں کے لئے مستعمل ہوتی ہے جو خود اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دیتے ہیں اور لا إلٰہ إلّا اللہ محمد رسول اللہ نہیں پڑھتے۔ باہم فرقوں میں فتویٰ کفر کے باوجود لفظاً ایک دوسرے کو عرفِ عام میں مسلمان ہی کہتے اور سمجھتے ہیں۔ اب یہ مودودی پارٹی ملک کے خرمنِ امن میں نئے انداز سے ایک شعلہ پیدا کر رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ جب سب فرقے ایک دوسرے کو مسلمان کہہ کر خطاب کرتے ہیں اور کوئی بھی دوسروں کے لئے غیر مسلم کی اصطلاح استعمال نہیں کرتا تو غیر مسلم اکثریت کا تصور محض اشتعال انگیز مغالطہ نہیں تو اور کیا ہے؟

باقی رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی مسیح موعود کو نبی ماننے کا سوال تو یہ "اُمتِ محمدیہ کا متفقہ عقیدہ" ہے۔ چنانچہ ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث لاہور صاف لکھ چکا ہے کہ:

"اُمتِ محمدیہ کا متفقہ عقیدہ
[illegible] احادیث نبویہ میں اسکی
[illegible] ہے کہ مسیح موعود

بھی ہیں۔" (۲۹ر نومبر ۱۹۷۴ء صک)

اگر مودودی صاحب اُمّتِ محمدیہ کے مسیح موعود کو نبی ماننے کی بناء پر غیر مسلم اقلیت و اکثریت پیدا کرنا چاہتے ہیں تو یہ تو اُمت کے **اجماعی عقیدہ سے بغاوت** ہے۔

مودودی جماعت کے منشور کی فتنہ سامانی کے سلسلہ میں معزز معاصر ہفت روزہ "لاہور" کا محترم صدرِ مملکت کے نام مکتوب مفتوح ایک مناسب اور بروقت کوشش ہے۔ زیرِ نظر شق کے بارے میں فاضل مدیر لاہور اپنے مکتوب مفتوح میں لکھتے ہیں:-

"خدا لگتی تو یہ ہے کہ علماء سُوء پچھلے بائیس ۲۲ سالوں میں اپنی خود غرضیوں کے خلاف صف آرا جتنے پاکستانیوں کو اب تک کافر قرار دے چکے ہیں اس سے اہل پاکستان کی اکثریت تو کبھی کی "غیر مسلم" قرار پا چکی ہے ابھی پچھلے دنوں اسی جماعت نے سابق علاقہ سندھ میں جتنے کفر کے فتوے بانٹے ہیں اُن کی زد سے بھی شاید ہی کوئی مائی کا لال بچا ہو۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کا کوئی مذہبی فرقہ جو "مسلمان" ہونے کا دعویدار ہے "حضور خاتم النبیین" صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی ایسے نبی کو تسلیم نہیں کرتا جس کے ماتھے پر حضور پُر نور کی غلامی کی مہرِ ثبت نہ ہو۔ اصل اختلاف تو "**فیضانِ نبوت**" کی تشریح و توضیح کا ہے بعض فرقوں کا خیال ہے کہ حضور پُر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباعِ کاملہ کے صلہ میں انعام کے طور پر اب اُمت محمدیہ میں صرف صدّیق، شہید اور صالح ہی پیدا ہو سکتے ہیں مگر بعض کا خیال ہے کہ قرآن کریم سے یہ ثابت ہے کہ حضورؐ کی اتباعِ کاملہ سے حضورؐ کے اُمتی غلام ایسے نبی کے نام سے بھی ملقب ہو سکتے ہیں جس کی اصلی حیثیت حضورؐ ہی کے فرزند روحانی کی ہو گی جس کا کام بھی حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی کے دینِ متین کی اشاعت و تبلیغ، خدمت اور استحکام ہوگا۔ اور جو یہ نعرۂ مستانہ لگانے میں فخر محسوس کرے گا کہ ؎

"بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

وہ شریعتِ محمدیہ کی تنسیخ کے لئے نہیں اس کی اشاعت، تکمیل اور استحکام کے کام پر مامور ہوگا۔ اور یہی عقیدہ اسلام کے بعض قدیم جدید بزرگانِ دین کا بھی ہے۔

وہی حضور پُر نور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ایسے اُمتی نبی کو نہ ماننے والوں کے لغوی طور پر "کافر" قرار پانے کی بات تو اس میں بھی پہل دراصل علماء سُو ہی کی ہے۔ نہ یہ حضور پُرنور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے کسی ایسے فرزندِ روحانی اور اس کے ساتھیوں کو "کافر" قرار دیتے اور نہ ایک کلمہ گو عاشقِ رسول اور اس کی جماعت کو کافر قرار دیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ___ کی رُو سے خود کافر قرار پاتے ___ بالفاظِ دیگر کافر قرار دیئے جانے کا واویلا کرنے والوں کو "کافر" قرار دیا نہیں گیا وہ دوسرے کلمہ گوؤں کو "کافر" قرار دیکر خود اپنے فعل سے "کافر" بن گئے ہیں۔"

(لاہور ۱۷؍ جنوری ۱۹۷۰ء)

ہمارے نزدیک ضرورت ہے کہ سیاسی انتخابات میں عقائد و مسائل کی بحث کو داخل کرنا صاف طور پر غیر قانونی اور قابلِ مؤاخذہ قرار دے دیا جائے اور عملاً مؤاخذہ کیا جائے۔ سیاسی جماعتیں اپنے نصب العین کی برتری معقول بیانات سے ثابت کر کے عوام سے ووٹ حاصل کرنے کی بے شک کوشش کریں مگر کسی ایسے کلمہ گو مذہبی فرقہ کو نشانہ بنا کر سستی شہرت حاصل کرنا جس کا مسلک غیر سیاسی ہے اور جو انتخابات میں حصہ نہیں لے رہا محض منافرت انگیز رویہ ہے۔ مودودی پارٹی کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اب پاکستانی عوام پر حقائق منکشف ہو چکے ہیں، وہ اس ہمرنگِ زمین دام کا شکار نہ ہوں گے +

افطار کے وقت کا تعیّن (بقیہ از ص۳۲)

اس بارے میں حضرت عمرؓ کی ایک روایت یوں درج فرمائی: لاتزال ھٰذہ الامّۃ بخیر ما عجلوا الفطر کہ یہ اُمت اُس وقت تک خیر و برکت کی وارث رہیگی جبتک افطار کرنے میں جلدی کرتی رہیگی۔ دوسری روایت یوں ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ رات کی سیاہی دیکھتے ہی نماز مغرب ادا فرماتے پھر نماز کے بعد افطار کرتے تھے تیسری روایت میں اسی دوسری روایت پر اضافہ ہے وَیُفْطِرَانِ قَبْلَ اَنْ یُّصَلِّیَا کہ وہ نماز سے پہلے ہی روزہ کھول لیا کرتے تھے (ص۱۰)

ان جملہ روایات پر غور کرنے سے شیعہ مسلک کی تائید نہیں ہوتی کیونکہ ان میں تطبیق نہایت واضح ہے۔ افطار جلد تمام مرکزی نقطہ ہے۔ نماز مغرب قبل اللیل تو ہو نہیں سکتی اور جب رات شروع ہو جائے تو آیت کریمہ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ کے مطابق روزہ افطار ہو جاتا ہے۔ دوسری اور تیسری روایت میں تطبیق یوں ہے کہ دونوں بزرگ خلفاء روزہ تو نماز مغرب سے پہلے کھول دیتے تھے مثلاً ایک کھجور کھالی لیکن پورا کھانا نماز مغرب کے بعد کھاتے تھے، بہرحال شیعہ مسلک کی تائید روایات سے بھی نہیں ہوتی +

سوالات کے جوابات

اِفطار کے وقت کا تعیّن!

شیعہ اور سُنّی اختلاف کا فیصلہ

(۱) شیعہ عالم نے لکھا ہے "جونہی ماہِ رمضان المبارک شروع ہوتا ہے یہ سوال شروع ہوجاتا ہے کہ شیعہ دیر سے روزہ کیوں افطار کرتے ہیں؟ سورۃ البقرہ میں اللہ سبحانہ تعالےٰ کا فرمان ہے ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ۔ ترجمہ یہ ہے کہ پھر پُورا کرو روزوں کو رات تک۔ قرآن کریم کے مقدس الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ جب تک رات متحقق نہ ہوجائے افطار نہ کیا جائے"

(رسالہ اعمال مطبوعہ نامی پریس۔ لاہور)

جواباً گزارش ہے کہ افطار کا وقت واقعی آیت کریمہ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ میں مذکور ہے۔ روزہ رات تک ہی ہوتا ہے مگر قابلِ غور یہ امر ہے کہ اَلَّیْل کا آغاز کب ہوتا ہے' اللَّیل کسے کہتے ہیں؟ کتب لغت میں لیل کے معنے وقت غروب الشمس کے لکھے ہیں۔ جب سورج غائب ہوجائے تو وہ رات یا لیل ہے اور جب سورج کا طلوع ہو تو وہ دن یا نہار ہے۔ آیت اِلَی الَّیْلِ میں آغاز لیل تک روزہ رکھنے کا حکم ہے اور لیل کے شروع ہوتے ہی یعنی غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ افطار کرنے کا حکم ہے۔ اگر اِلَی الَّیْل کے معنے "رات میں" کے ہوں تو پھر ساری رات یا کم از کم اسکے بیشتر حصّہ کو روزہ میں گزارنا چاہیئے جو فریقین کے نزدیک غیر مسلّم ہے اسلئے اِلَی اللَّیْلِ کے یہی معنے ہونگے کہ رات کے شروع ہونے تک یا سورج غروب ہونے تک روزہ رکھو۔ اصولیوں نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے کہ اِلیٰ کے بعد مذکور شَی کب لیل میں داخل ہوتی ہے اور کب نہیں۔ انہوں نے اصول مقرر کیا ہے کہ اگر تو مذکور غایۃ پر حاوی ہو تو وہ حکم میں شامل ہوگا ورنہ نہیں۔ پہلی صورت کی مثال میں آیت اِلَی الْمَرَافِقِ کو پیش کیا ہے اور دوسری کیلئے اِلَی الَّیْل والی آیت ذکر کی ہے پھر انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اسی بنا پر آیت ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ میں لیل روزہ کے وقت میں شامل نہیں ہوگی (مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو نور الانوار صفحہ ۱۱۰-۱۱۱)

اگر یہ سوال ہو کہ رات کب متحقق ہوتی ہے تو لغت میں لیل کا وقت "مِن مغرب الشمس اِلیٰ طلوع الشمس" لکھا ہے پس غروبِ شمس کے ساتھ ہی روزہ کے افطار کا حکم جاری ہوجائیگا اس میں دیر کرنا اس حکم کی رُوح کے منافی ہے۔

(۲) وہی شیعہ عالم لکھتے ہیں کہ "حضرت عمرؓ و جناب عثمانؓ اپنے عہد میں نماز مغرب کے لئے قیام فرماتے اور روزہ ماہِ رمضان بعد نماز افطار فرماتے" (بحوالہ شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی کتاب)

الجواب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء میں

قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونے کے دلائل

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الفاظ میں

(مرتبہ:۔ محترم مولوی محمد صدیق صاحب امرتسری ۔ ایم ۔ اے)

"جو تعلیم اصولی فرقان مجید کی دلائل حکمیہ پر مبنی اور مشتمل ہے یعنی فرقان مجید ہر ایک اصول اعتقادی کو جو مدارِ نجات کا ہے محققانہ طور پر ثابت کرتا ہے اور قوی اور مضبوط فلسفی دلیلوں سے بپایۂ ثبوت پہنچاتا ہے جیسے وجود صانع عالم کا ثابت کرنا توحید کو بپایۂ ثبوت پہنچانا ضرورتِ الہام پر دلائلِ قاطعہ کا لکھنا اور کسی احقاقِ حق اور ابطالِ باطل سے قاصر نہ رہنا۔ پس یہ امر فرقانِ مجید کے منجانب اللہ ہونے پر بڑی بزرگ دلیل ہے جس سے حقیقت اور افضلیت اس کی بوجہ کمال ثابت ہوتی ہے کیونکہ دنیا کے تمام عقائدِ فاسدہ کو ہر نوع اور ہر صنف کی غلطیوں سے بدلائلِ واضحہ پاک کرنا اور ہر قسم کے شکوک اور شبہات کو جو لوگوں کے دلوں میں دخل کر گئے ہوں براہینِ قاطعہ سے مٹا دینا اور ایسا مجموعہ اصولِ مدللہ اور محققہ مثبتہ کا اپنی کتاب میں درج کرنا کہ نہ پہلے اس سے وہ مجموعہ کسی الہامی کتاب میں درج ہوا اور نہ کسی ایسے حکیم اور فیلسوف کا پتہ مل سکتا ہو کہ جو کبھی کسی زمانہ میں اپنی نظر اور فکر اور عقل اور قیاس اور فہم اور ادراک کے زور سے اس مجموعہ کی حقیقی سچائی کا دریافت کرنے والا ہو چکا ہو اور نہ کبھی کسی بھلے مانس نے ایک ذرہ اس بات کا ثبوت دیا ہو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کوئی ایک آدھ دن کسی مدرسہ یا مکتب میں پڑھنے بیٹھے تھے یا کسی سے کچھ علم معقول یا منقول سیکھا تھا یا کبھی کسی فلسفی اور منطقی سے ان کی صحبت اور مخالطت رہی تھی کہ جس کے اثر سے انہوں نے ہر ایک اصولِ حقہ پر دلائلِ فلسفہ قائم کر کے تمام عقائدِ مدارِ نجات کی حقیقی سچائی کو ایسا کھول دیا کہ جس کی نظیر صفحۂ روزگار میں کہیں نہیں پائی جاتی۔ یہ ایسا کام ہے کہ بجز تائیدِ الٰہی اور الہامِ ربانی کے ہرگز کسی سے انجام پذیر نہیں ہو سکتا پس ناچار عقل اس بات پر قطع واجب کرتی ہے جو قرآن شریف اس واحد لاشریک کی کلام ہے کہ جس کے علم کے ساتھ کسی انسان کا علم برابر نہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ اوّل ص [illegible])

قرآن کریم دوسری کتابوں سے کیوں افضل ہے؟

تیسرے [illegible] نفسِ الہام کے [illegible] کتابیں

مساوی ہیں مگر باعتبار زیادت بیان اور تکمیلات دین
کے بعض کو بعض پر فضیلت ہے پس اس جہت سے
قرآن شریف کو سب کتابوں پر فضیلت حاصل ہے۔
کیونکہ جس قدر قرآن شریف میں امور تکمیل دین کے
جیسے مسائل توحید اور ممانعت انواع و اقسام شرک
اور معالجات امراض روحانی اور دلائل ابطال
مذاہب باطلہ اور براہین اثبات عقائد حقہ وغیرہ بکمال
شد و مد بیان فرمائے گئے ہیں وہ دوسری کتابوں میں
درج نہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ دوم ص[illegible] حاشیہ)

قرآن کریم کے بعد کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں

"قرآن کریم ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک
طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش
آ گئی تھیں یعنی تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور
قومی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط
تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہا کو پہنچ
گیا تھا اسلئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ
پر نازل ہوئی پس انہی معنوں سے شریعت فرقانی
مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ
پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے
الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے
اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو
پہنچ گئے تھے پس اب قرآن شریف اور دوسری
الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک
طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص
ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنی
فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا مگر قرآن شریف کے لئے
اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور
کتاب بھی آوے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ
باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصول
حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ
اصول بنائے جائیں گے اور تعلیم توحید میں تبدیلی
اور تحریف عمل میں آوے گی۔ اور اگر ساتھ اس کے
یہ بھی فرض کیا جائے جو کسی زمانہ میں وہ کروڑہا مسلمان
جو توحید پر قائم ہیں وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق
پرستی کا اختیار کر لیں گے تو بے شک ایسی صورتوں
میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا
ضروری ہوگا مگر یہ دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔"
(براہین احمدیہ حصہ دوم حاشیہ ص۱۱)

قرآن کریم بائیبل وغیرہ کی نقل ہے؟ کا جواب

"قرآن شریف کی نسبت یہ گمان کرنا کہ ان
مشہور قصوں یا افسانوں یا کتبوں یا اناجیل سے بنایا
گیا ہے نہایت قابل شرم جہالت ہے۔ کیا یہ ممکن
نہیں کہ خدا کی کتاب کا کسی گزشتہ مضمون سے
توارد ہو جائے۔ چنانچہ ہندوؤں کے وید جو اس
زمانہ میں مخفی تھے ان کی کئی سچائیاں قرآن شریف میں
پائی جاتی ہیں۔ پس کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے وید بھی پڑھا تھا؟ اناجیل کا ذخیرہ جو
چھاپہ خانہ کے ذریعہ سے اب ملا ہے عرب میں کوئی

اُن کو جانتا بھی نہ تھا اور عرب لوگ محض اُمّی تھے اور اگر اس ملک میں شاذ و نادر کے طور پر کوئی عیسائی بھی تھا وہ بھی اپنے مذہب کی کوئی وسیع واقفیت نہیں رکھتا تھا تو پھر یہ الزام لگایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرقہ کے طور پر ان کتابوں سے وہ مضمون لئے تھے ایک لغو خیال ہے۔ آنحضرت محض امّی تھے آپ عربی بھی نہیں پڑھ سکتے تھے چہ جائیکہ یونانی یا عبرانی۔

یہ بارِ ثبوت ہمارے مخالفوں کے ذمّے ہے کہ اس زمانہ کی کوئی پُرانی کتاب پیش کریں جس سے مطالب اخذ کئے گئے۔ اگر فرضِ محال کے طور پر قرآن شریف میں سرقہ کے ذریعہ سے کوئی مضمون ہوتا تو عرب عیسائی لوگ جو اسلام کے سخت دشمن تھے فی الفور شور مچاتے کہ ہم سے سُن کر ایسا مضمون لکھا ہے۔ یاد رہے کہ دنیا میں صرف قرآن شریف ہی ایک ایسی کتاب ہے جس کی طرف سے معجزہ ہونے کا دعویٰ پیش ہوا اور بڑے زور سے یہ دعویٰ کیا گیا کہ اس کی خبریں اور اس کے قصّے سب غیب گوئی ہے اور آئندہ کی خبریں بھی قیامت تک اس میں درج ہیں۔ اور وہ اپنی فصاحت اور بلاغت کے رُو سے بھی معجزہ ہے۔ پس عیسائیوں کے لئے اُس وقت یہ بات نہایت سہل تھی کہ وہ بعض قصّے نکال کر پیش کرتے کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے چوری کی ہے۔ اس صورت میں اسلام کا تمام کاروبار سرد ہو جاتا مگر اب تو بعد از مرگ واویلا ہے۔ عقل ہرگز ہرگز قبول نہیں کر سکتی کہ اگر عرب کے عیسائیوں کے پاس درحقیقت ایسی کتابیں موجود تھیں جن کی نسبت گمان ہو سکتا تھا کہ ان کتابوں سے قرآن شریف نے قصّے لئے ہیں خواہ وہ کتابیں اصلی تھیں یا فرضی تھیں تو عیسائی پردہ دری سے چُپ رہتے؟ پس بلاشبہ قرآن شریف کا سارا مضمون وحیٔ الٰہی سے ہے اور وہ وحی ایسا عظیم الشان معجزہ تھا کہ اس کی نظیر کوئی شخص پیش نہ کر سکا اور سوچنے کا مقام ہے کہ جو شخص دوسری کتابوں کا چور ہو اور خود مضمون بنا وے اور جانتا ہو کہ فلاں فلاں کتاب سے میں نے یہ مضمون لیا ہے اور غیب کی باتیں نہیں ہیں اس کو کب جرأت اور حوصلہ ہو سکتا ہے کہ تمام جہان کو مقابلہ کے لئے بُلا دے اور پھر کوئی بھی مقابلہ نہ کرے اور کوئی اس کی پردہ دری پر قادر نہ ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ عیسائی قرآن شریف پر بہت ہی ناراض ہیں اور ناراض ہونے کی وجہ یہی ہے کہ قرآن شریف نے تمام پر وبال عیسائی مذہب کے توڑ دیئے ہیں۔"

(چشمۂ مسیحی صفحہ ۱)

قرآن کریم اور تورات میں تطابق

"قرآن اور توریت میں تطابق ضرور ہے مگر اس سے ہم کو انکار نہیں۔ لیکن توریت نے صرف متن کو لیا ہے جس کے ساتھ دلائل و براہین اور شرح نہیں ہے۔ لیکن قرآن کریم نے معقولی رنگ کو لیا ہے اسلئے توریت کے وقت انسانوں کی استعدادیں وحشیانہ رنگ میں تھیں اسلئے قرآن نے وہ طریق اختیار کیا جو عبادت

کے منافع کو ظاہر کرتا ہے اور جو بتاتا ہے کہ اخلاق کے مفاد یہ ہیں اور نہ صرف مفاد اور منافع کو بیان ہی کرتا ہے بلکہ معقول طور پر دلائل و براہین کے ساتھ ان کو پیش کرتا ہے تاکہ عقلِ سلیم سے کام لینے والوں کو کوئی جگہ انکار کی نہ رہے۔"

(رپورٹ جلسہ سالانہ ۱۸۹۷ء صفحہ ۸۰)

قرآنی تعلیم کی اقسام

"قرآن شریف کی تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تین قسم پر منقسم تھی۔ پہلی یہ کہ وحشیوں کو انسان بنایا جائے اور انسانی آداب اور حواس ان کو عطا کئے جائیں اور دوسری یہ کہ انسانیت سے ترقی دیکر اخلاقِ کاملہ کے درجہ تک ان کو پہنچایا جائے اور یہ کہ قرب اور رضا اور معیت اور فنا اور محویت کے مقام ان کو عطا ہوں۔" (نجم الہدیٰ صفحہ ۱۴)

دو معجزے

"بجز قرآن شریف کے اور کوئی ذریعہ آسمانی نوروں کی تحصیل کیلئے موجود نہیں اور خدا نے اس غرض سے کہ حق اور باطل میں ہمیشہ کے لئے مابہ الامتیاز رہے اور کسی زمانہ میں جھوٹ سچ کا مقابلہ نہ کر سکے امتِ محمدیہ کو انتہائے زمانہ تک یہ دو معجزے یعنی اعجازِ کلامِ قرآن اور اعجازِ اثرِ کلامِ قرآن عطا فرمائے ہیں جن کے مقابلہ میں مذاہبِ باطلہ ابتداء سے عاجز چلے آتے ہیں اور اگر صرف اعجازِ کلامِ قرآن کا معجزہ ہوتا اور اعجازِ اثرِ قرآن کا معجزہ نہ ہوتا تو امتِ محمدیہ کو آثار اور انوارِ ایمانی میں کیا زیادتی ہوتی کیونکہ مجرد زہد اور عفت اعجاز کی حد تک نہیں پہنچ سکتا۔"

(براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ صفحہ ۲۱۳)

قرآن کی پیروی سے اسی جہان میں آثارِ نجات

"قرآن شریف جو آنحضرتؐ کے اتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثارِ نجات کے ظاہر ہو جاتے ہیں کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوسِ ناقصہ کو بمرتبۂ تکمیل پہنچاتی ہے اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔ ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اس کا ایسا جامع دقائق و حقائق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں جن میں مبتلا ہو کر صدہا جھوٹے فرقے پھیل رہے ہیں اور صدہا طرح کے خیالاتِ باطلہ گمراہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں سب کا رد معقول طور پر اس میں موجود ہے اور جو جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمتِ موجودہ زمانہ کیلئے درکار ہے وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے اور تمام امراضِ نفسانی کا علاج اس میں مندرج ہے اور تمام معارفِ حقہ کا بیان اس میں بھرا ہوا ہے اور کوئی دقیقۂ علم الٰہی نہیں جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے اور اس سے باہر رہ گیا ہو۔ اور باطنی طریق سے اس طور پر کہ اس کی کامل متابعت دل کو

ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بکلی پاک ہو کر حضرتِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے اور انوارِ قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں اور عنایاتِ الٰہیہ اس قدر اس پر احاطہ کر لیتی ہیں کہ جب وہ مشکلات کے وقت دعا کرتا ہے تو کمال رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۲۹۰ حاشیہ)

قرآن کریم نے اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرمایا ہے

"قرآن کریم وہ کتاب ہے جس نے اپنی عظمتوں، اپنی حکمتوں، اپنی صداقتوں، اپنی بلاغتوں، اپنے لطائف و نکات، اپنے انوارِ روحانی کا آپ دعویٰ کیا ہے اور اپنا بے نظیر ہونا آپ ظاہر فرما دیا ہے۔ یہ بات ہرگز نہیں کہ صرف مسلمانوں نے فقط اپنے خیال میں اس کی خوبیوں کو قرار دیدیا ہے بلکہ وہ تو خود اپنی خوبیوں اور اپنے کمالات کو بیان فرماتا ہے اور اپنا بے مثل و مانند ہونا تمام مخلوقات کے مقابلہ پر پیش کر رہا ہے اور بلند آواز سے ھل من معارض کا نقارہ بجا رہا ہے اور دقائق حقائق اس کے صرف دو تین نہیں جس میں کوئی نادان شک بھی کرے بلکہ اس کے دقائق تو بحرِ ذخار کی طرح جوش مار رہے ہیں اور آسمان کے ستاروں کی طرح جہاں نظر ڈالو چمکتے نظر آتے ہیں۔ کوئی صداقت نہیں جو اس سے باہر ہو، کوئی حکمت نہیں جو اس کے محیطِ بیان سے رہ گئی ہو، کوئی نور نہیں جو اس کی متابعت سے نہ ملتا ہو۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص۵۴۲)

سچا خدا قرآن کریم نے ہی پیش کیا ہے!

"دنیا میں ایک قرآن ہی ہے جس نے خدا کی ذات اور صفات کو خدا کے اس قانونِ قدرت کے مطابق ظاہر فرمایا ہے جو خدا کے فعل سے دنیا میں پایا جاتا ہے اور جو انسانی فطرت اور انسانی ضمیر میں منقوش ہے۔ عیسائی صاحبوں کا خدا صرف انجیل کے ورقوں میں محبوس ہے اور جس تک انجیل نہیں پہنچی وہ اس خدا سے بے خبر ہے لیکن جس خدا کو قرآن پیش کرتا ہے اس سے کوئی ذوی العقول میں سے بے خبر نہیں اسلئے سچا خدا وہی خدا ہے جس کو قرآن نے پیش کیا ہے جس کی شہادت انسانی فطرت اور قانون دے رہا ہے۔" (چشمہ مسیحی ص۱۸ حاشیہ)

خدا سے تعلق محض قرآن کریم سے پیدا ہوتا ہے

"انسان اس خدائے غیب الغیب کو ہرگز اپنی قوت سے شناخت نہیں کر سکتا جب تک وہ خود اپنے تئیں اپنے نشانوں سے شناخت نہ کرا دے۔ اور خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا جب تک وہ تعلق خاص خدا تعالیٰ کے ذریعہ سے پیدا نہ ہو اور نفسانی آلائشیں ہرگز نفس میں سے نکل نہیں سکتیں جب تک خدائے قادر کی طرف سے ایک روشنی دل میں داخل نہ ہو۔ اور دیکھو میں اس شہادتِ رؤیت کو پیش کرتا ہوں کہ وہ تعلق محض قرآن کریم کی پیروی سے حاصل ہوتا ہے اور دوسری کتابوں میں اب کوئی زندگی کی روح نہیں اور آسمان کے نیچے صرف ایک ہی کتاب ہے جو اس محبوبِ حقیقی کا چہرہ دکھاتی ہے یعنی قرآن شریف۔" (حقیقۃ الوحی ص۲)

پنجاب میں تحریکِ احمدیت

(از ڈاکٹر بختاور سنگھ سیٹھی۔ ایم۔ اے، پی۔ ایچ ڈی سابق ایڈیٹر ڈسٹرکٹ گزیٹیئر)

[ذیل کا مقالہ حیدرآباد دکن بھارت کے انگریزی رسالہ اسلامک کلچر سے ماخوذ ہے ترجمہ مکرم میاں محمد ابراہیم صاحب سابق ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ نے فرمایا ہے۔ ایک سکھ محقق کے خیالات کے طور پر ہم اسے شائع کر رہے ہیں ~~~~~~ (ایڈیٹر)]

تحریک احمدیت کا مطالعہ جو پنجاب میں سنہ۱۸۸۰ء اور سنہ۱۹۰۸ء کے درمیان شروع ہوئی موجودہ مسلم خیالات کی تاریخ میں ایک دلچسپ باب (کی حیثیت رکھتا ہے) ایک لحاظ سے یہ آریہ سماج کے مقابلہ میں ایک دفاعی تحریک تھی جو کہ (آریہ سماج) ہندوؤں کی سوسائٹی میں پست اقوام کے مفاد کی وکالت کرتی تھی اور ان کو دوسرے مذاہب میں شامل کرنے سے روکتی تھی۔ اور دوسرے لحاظ سے وسطی پنجاب میں عیسائی منادوں کے تبلیغی مشاغل کا ردِ عمل تھی لیکن درحقیقت یہ اپنے دائرہ میں بہت وسیع تر تھی

تحریکِ احمدیت کا مرکز قادیان (ضلع گورداسپور) میں واقع تھا جہاں سے اس کے عقائد ہندوستان اور بیرونی ممالک میں پھیلے۔ ۱۹۴۷ء میں ملک کی تقسیم کے بعد جماعت کا مرکز پاکستان میں منتقل ہو گیا اور قادیان کو احمدیت کی تبلیغ کے لئے علاقائی مرکز بنا دیا گیا۔

(حضرت) مرزا غلام احمد جماعت احمدیہ کے بانی، جن کے نام پر اس فرقہ کا نام پڑا ۱۸۳۵ء میں قادیان میں پیدا ہوئے۔ ۱۸۸۰ء میں آپ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف براہین احمدیہ کا پہلا حصہ شائع کیا جس میں آپ نے صاحبِ الہام مصلح ہونے کا دعویٰ کیا۔ اپنی اسی تصنیف کے ایک اور حصہ میں جو دو سال بعد شائع ہوا آپ نے بعض مقامات کی تفصیل بیان کی جن میں آپ کو مسیح کر کے پکارا گیا تھا اور اپنی اس خواب کی تفصیل بھی بیان کی (جس میں آپ پر یہ منکشف ہوا کہ آپ اور یسوع مسیح ایک ہی وجود ہیں۔ سنہ۱۸۸۹ء میں آپ نے وہ منشور شائع کیا جس میں اللہ تعالیٰ کے اذن سے لوگوں سے بیعت لیکر اپنی جماعت میں داخل کرنے کا ارشاد تھا۔ آخر کار آپ نے ۱۸۹۱ء میں دعویٰ کیا کہ آپ ہی وہ مسیح موعود و مہدی موعود ہیں جس کی بعثت کی بائیبل اور قرآن میں پیشگوئی موجود ہے۔ اپنے دعویٰ کی تائید میں آپ نے تین رسالے فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام شائع کئے۔ اسی وقت سے آپ کا مسلمانوں، آریہ سماج اور عیسائیوں سے شدید مذہبی مخاصمہ کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ملاؤں نے

حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو کافر قرار دیا اور ان کی طرف سے آپ کے متبعین کے خلاف کفر کا فتویٰ شائع کیا گیا۔

بذاتِ خود (حضرت) مرزا صاحب کافی مستعد ہو گئے اور اپنے مخالفین کے الزامات کا زور شور سے جواب دینے لگے۔ ہندوستان میں شروع میں حکومت کے غیر ہمدردانہ رویّہ اور ہر مذہب کی شدید مخالفت کے باوجود تحریک نے بڑی تیزی سے بڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ ۱۹۰۸ء میں ان (مسیح موعودؑ) کی وفات کے وقت یہ بیرونی ممالک میں بھی پھیل چکی تھی۔

مرزا صاحب کی تحریک کا ایک دلچسپ پہلو ان کی پیشگوئیوں کا صحیح ہونا ہے۔ انہوں نے ۱۸۹۷ء میں اعلان کیا کہ مَیں نے ایک خواب دیکھا ہے جس میں فرشتے سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے تھے جن کے متعلق فرشتوں نے ان کو بتایا کہ وہ طاعون پھیلائیں گے۔ اس خواب کی بناء پر انہوں نے پنجاب میں وسیع پیمانے پر طاعون کے پھیلنے کی پیشگوئی کی۔ آخرکار آپ کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اپنے مخالفین کو مرعوب کرنے(۱) کے لئے انہوں نے کئی پیشگوئیاں ان کی موت اور تذلیل کے بارہ میں کیں بعض لحاظ سے ان کی پیشگوئیاں اس قدر لفظ بلفظ پوری ہوئیں کہ اِس بات کا شک پیدا ہونے لگا کہ آپ کے پیرو بعض ایسے اقدامات آپ کے اشارہ کے ساتھ یا اس کے بغیر کرتے ہیں تاکہ آپ کی پیشگوئیاں غلط ثابت نہ ہوں۔

(حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کی آخری وصیت کے مطابق جماعت احمدیہ کے تمام امور کے انتظامات صدر انجمن احمدیہ نامی ایک کمیٹی کے سپرد کر دیئے گئے جس کو کہ تحریک کے منتخب کردہ سربراہ خلیفۃ المسیح کی زیرِ ہدایت قائم کرنا تھا۔ اگرچہ ان کی وصیّت میں اِس امر کا ذکر پورے طور پر نہیں تھا (حضرت) حکیم نور الدین جو کہ بانیٔ (جماعت احمدیہ) کے ایک مخلص مرید تھے پہلے خلیفہ بنے۔ ان کی راہنمائی میں جماعت نے باوجود بانیٔ (جماعت احمدیہ) کے روحانی وجود کی عدم موجودگی کے بھی اپنی ترقی جاری رکھی۔

تاہم ۱۹۱۲ء میں جماعت کے طبقوں میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اختلاف کا سوال اُس وقت پیدا ہوا جبکہ حکومت کے کانپور میں ایک سڑک بنانے کے لئے مسجد کے ایک زائد حصّے کو ہٹانے کی کوشش پر ہنگامے ہوئے۔ ایک گروہ نے عام مسلمانوں کے احساسات کا خیال کرتے ہوئے گورنمنٹ کے اس اقدام کی مذمت کی جبکہ دوسرے گروہ نے (حضرت) مرزا غلام احمد کے فتویٰ پر عمل کرتے ہوئے کہ "ان کے متبعین کو سیاسی جماعت سے باز رہنا چاہیئے اور اپنی کوششوں کو مذہبی امور میں صرف کرنا چاہیئے" ایسے بحران کی مخالفت کی۔ اگرچہ اس معاملے کا فیصلہ بڑی خوش اسلوبی سے مسلمانوں کے حق میں ہی ہو گیا تھا لیکن مستقل طور پر ایک وسیع خلیج دونوں فرقوں کے درمیان حائل ہو گئی۔ آخرکار یہ اختلاف پہلے خلیفہ کی وفات کے بعد ۱۹۱۴ء میں (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد کے دوسرے خلیفہ بننے پر نمایاں

ہو گیا کیونکہ آپ نے کان پور کے جھگڑے میں حصّہ لینے کی مخالفت کی تھی۔ اسلئے مخالفین نے آپ کو خلیفہ ماننے سے اس دلیل پر انکار کر دیا کہ بانی جماعت احمدیہ نے اپنی وصیّت میں کسی ایسے عہدے کی گنجائش نہیں رکھی۔ اس کے برعکس انہوں نے انجمن اشاعتِ اسلام قائم کی۔

بعد ازاں دونوں فرقوں میں بہت سے اختلافی مسائل پیدا ہو گئے۔ لاہوری جماعت نے دعویٰ کیا کہ تحریک کے بانی کی حیثیت محض آخری زمانے کے مجدد یا مصلح کی ہے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کی عام جماعت کے زیادہ قریب ہو گئے۔ تاہم قادیانی فرقہ نے بانی (جماعت احمدیہ) کی اصل تعلیم اور دعوؤں کی تصدیق جاری رکھی باوجود اس کے کہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اسلام کے بانی (حضرت) محمدؐ سب سے آخری سچے پیغمبر تھے۔

احمدیت اور اسلام

اس تحریک کے خلیفہ ثانی کے الفاظ میں

"احمدیت اور اسلام ایک ہی چیز ہیں۔ احمدیت کا مطلب ہے حقیقی اسلام جو کہ خدا نے دنیا کے سامنے موجودہ دَور کے ایک موعود کے ذریعہ پیش کیا ہے!"

اگرچہ جماعت احمدیہ قرآن کریم پر ایمان رکھتی تھی اور اس کی بنیاد اسلامی اصولوں پر تھی پھر بھی اس جماعت نے دعویٰ کیا کہ صرف یہی وہ واحد جماعت ہے جس نے اس حقیقی اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے جو کہ ۱۳۰۰ برس قبل ظاہر ہوا تھا اور یہ کہ اس کا خاص مقصد بنی نوع انسان کو ان لامحدود روحانی خزائن

سے جن کا قرآن میں ذکر ہے بہرہ ور کرنا ہے۔ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کی موجودہ حالت کو نمایاں طور پر پیش کیا۔ انہوں نے دعویٰ کیا کہ اسلام کا زوال ساتویں صدی کے زندہ نبی (حضرت) محمدؐ کی تعلیمات اور آپ کے نمونے سے انحراف کے باعث ہے تو موجودہ دَور میں اس کا ازسرِنو عروج صرف ایک بروزی وجود کی تعلیمات سے ہی ہو سکتا ہے۔

(حضرت) مسیح موعود نے دنیا میں مروّجہ قبیح رجحانات کو اپنے قطعی اور ناقابلِ تردید دلائل کے ذریعہ قوّتِ روحانی کے اظہار کے ساتھ اپنے توسط اور بے دین مسلمانوں کے دلوں میں خدا کے متعلق وہ یقین پیدا کرتے ہوئے جو کہ گناہ سے پاک ہونے کا ایک ذریعہ ہے، ردّ کیا۔

المختصر یہ کہ انہوں نے واضح طور پر اسلام کی ان تعلیمات کو پیش کیا جن کے متعلق لوگ کوئی آواز نہیں اُٹھا سکتے تھے کیونکہ وہ ان معاملات میں موجودہ زمانے کی رَو کی مخالفت سے ڈرتے تھے۔

چند ایک نظریات ایسے تھے جن پر احمدیوں اور (دیگر) مسلمانوں کا شدید اختلاف تھا۔ وہ نظریات مہدی کا ظہور اور جہاد تھے۔ عام مسلمانوں کی رائے کے مطابق مہدی ایک جنگجو ہونا چاہیئے تھا، جو کہ کافروں کے مذہب کو تلوار کے زور سے بدل دیتا۔ جبکہ احمدی کسی ایسے شخص کی آمد سے انکار کرتے تھے اور وہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب کو ایک سچا مسیح اور مہدی قرار دیتے تھے اور اس بات کے

قائل تھے کہ وہ پُرامن ذرائع سے اسلام کی برتری قائم کرنے کے لئے آئے ہیں۔ ان کا عقیدہ تھا کہ انہیں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام پانے کی قوت عطا کی گئی ہے۔

اس بات کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود کی بعثت نہ تو کسی موجودہ زمانے کی تاریخ کا نتیجہ ہے اور نہ ہی آپ نے موجودہ سماجی رجحانات کی تائید کی۔ درحقیقت (حضرت) مسیح موعود کی تعلیمات موجودہ نظریات کی مخالف تھیں۔ مثال کے طور پر انہوں نے پردے کو ترک کرنے کی مخالفت کی۔ اور یہ کہ وہ تعددِ ازدواج کے حامی تھے۔

احمدیت اور آریہ سماج

(حضرت) مرزا غلام احمد صاحب ہندو مذہب اور اس کی تمام شاخوں کے نظریات سے شدید اختلاف رکھتے تھے۔ انہوں نے سوامی دیانند اور اس کے مذہب کو نشانے کے طور پر چن لیا اور اس کی شہرت کو داغدار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ ویدوں کی جادوگری اور بُت پرستی جیسے پست خیالات پیش کرنے پر مذمت کی گئی۔ انہوں نے ان کے مشرکانہ رجحان کا مقابلہ قرآن کے درست عقیدۂ وحدانیت کے ساتھ کیا اور واضح کیا کہ مجھے یہ بتایا جانا پسند کروں گا کہ دنیا کے کس حصے میں چاروں ویدوں نے عقیدۂ وحدانیت کا ڈنکا بجایا ہے؟ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ساری ہندو قوم ہر قسم کے بُتوں کے آگے سجدہ ریز ہوتی ہے۔ عقیدۂ تناسخ کی بھی شدید مذمت کی گئی کیونکہ یہ خدا کی ہستی کو اپنی اعلیٰ صفات اور نظامِ عالم پر حکومت کرنے سے محروم کر دیتا ہے اور جائز و ناجائز میں ہر قسم کا امتیاز مٹا دیتا ہے اور انسانی زندگی کے تقدس کو ناپاک کر دیتا ہے کیونکہ اس وہمی قانون کے نتیجہ میں ممکن ہے کہ دوسرے جنم میں اس کی ماں یا بہن اس کی بیوی بن گئی ہو۔ نیوگ کی بھی بڑے زور و شور سے مذمت کی گئی اور اسے ایک ذلیل فعل قرار دیا گیا۔

خوشی کی بات ہے کہ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب جلد ہی اس حقیقت کو پا گئے کہ ان کا مقصد کسی مذہبی بحث مباحثے میں مداخلت کی بجائے اپنی جماعت کے پیروؤں میں اضافہ کرنا تھا۔ چونکہ آپ مذہبی عقائد کو نہایت عمدہ طور پر پیش کر سکتے تھے اسلئے ۱۹۰۲ء میں آپ نے اپنے آپ کو لارڈ کرشن کا بروز ظاہر کرتے ہوئے جس کے متعلق ہندوؤں کی مقدس کتابوں میں بھی پیشگوئی کی گئی ہے۔ ان کو (یعنی ہندوؤں کو) اپنی طرف راغب کرنے کے لئے ایک ترکیب کی لیکن ہندوؤں نے آپ کے اس دعوے کو تسلیم نہ کیا۔

احمدیت اور عیسائیت

(حضرت) مرزا غلام احمد صاحب عیسائی مبلغین کی تبلیغی سرگرمیوں کے باعث ان کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے کہا کہ "اسلام کو ان کے ہاتھوں ایک

عظیم نقصان پہنچا۔ ... کبھی وہ وقت بھی تھا کہ اسلام مرتد ہو جانے کے نام سے بھی ناواقف تھا لیکن اب ہزاروں مسلمان عیسائیت کی گود میں جا رہے ہیں۔"

بدقسمتی سے مسلمانوں کا عیسائی عقائد کے متعلق خیال بہت مبہم اور غیر واضح تھا۔ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے عقیدۂ تثلیث پر بھی تنقید کی۔ انہوں نے کہا کہ "قدرت، انسانی فطرت، یہودی پیغمبر، قرآن اور خود مسیح بھی اس کا انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے یہ دلیل پیش کی کہ ہر چیز کو اپنی سادہ ترین صورت میں بھی خدا نے گول شکل میں پیدا کیا ہے۔ اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو خدا کی وحدانیت کی تصدیق کرتی ہے اور اس کے عین مطابق ہے۔ اگر عقیدۂ تثلیث سچ ہوتا تو تمام چیزیں مثلث شکل میں بنی چاہئیں تھیں۔" آپ نے تثلیث کے قانون کے بارہ میں بڑے طنزیہ اشارے کئے۔

مزید برآں عیسائیوں کے مسیح کی صلیبی موت اور آسمان پر اٹھائے جانے کے عقیدہ کو باطل قرار دیا گیا۔ اسی طرح (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے یہ اعلان کیا کہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیح کو صلیب دی گئی تو خدا نے ایک فرشتہ بھیجا جس نے آپ کی صورت اختیار کر لی۔ جبکہ حقیقی مسیح آسمان پر چلے گئے۔ انہوں نے کہا کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے بلکہ وہ غشی کی حالت میں اتار لئے گئے اور پھر ٹھیک ہو گئے تھے اور آسمان پر نہیں گئے تھے بلکہ براستہ افغانستان ہندوستان آ گئے تھے اور کشمیر میں ۱۲۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ہر نظریہ جو کہ مسیح اور عیسائیت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اس کی احمدی عقائد نے مذمت کی۔ آپ نے اعلان کیا کہ عیسائیت میں شراب نوشی اور جوا بازی ہر جگہ رائج ہے۔ عیسائی مبلغین کو بددیانت ظاہر کیا گیا اور تمام عیسائی تہذیب کے جس کے وہ علمبردار ہیں جھوٹا قرار دیا گیا حتیٰ کہ مسیح کی ذات کو بھی مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔ (حضرت) مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے انداز میں یہ دلیل دی کہ وہ از رُوئے اناجیل بُرے کردار کی عورتوں کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور وہ شراب کے بہت رسیا تھے۔ (حضرت) مرزا صاحب مقدس کنواری مریم کی ذات کے بارہ میں بھی (الزامی طور پر) ہتک آمیز الفاظ کہنے سے نہ رکے۔ انہوں نے اپنے پیروؤں کو بتایا کہ عیسائیت دم توڑ رہی ہے اور اسی مستحکم یقین کے ساتھ اس کا اعلان کیا کہ اسلام کی از سرِ نو تجدید اور شوکت و قوت کا اظہار مسیح موعود کے ذریعہ ہونے کا وقت آ گیا ہے جس کا احیاء انہی کے ہاتھ سے ہوگا۔

برہمو مذہب کے متعلق نظریہ

(حضرت) مرزا صاحب نے بے چارے برہمو سماج کی طرف بہت کم توجہ دی۔ انہوں نے اسے عیسائیت کے پھیلنے میں مدد دینے کی بجائے ایک رکاوٹ بتایا۔ کیونکہ وہ لوگ جن کا عیسائیت کی طرف کچھ میلان ہوتا ہے وہ برہمو مذہب کی غیر واضح

میں پناہ لیتے ہیں۔

سکھ مذہب کے متعلق نظریہ

تحریک احمدیت کے بانی نے گورونانک صاحب کے ساتھ بڑی محبت اور عقیدت ظاہر کی اور ایک نئی بے مثال دریافت کی کہ گورونانک صاحب ایک سچے اور مسلّم مسلمان تھے اور انہیں ہندوؤں کی طرف اسلام کی سچائی بتانے کے لئے مبعوث کیا گیا تھا۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس دریافت کا مطلب سوائے ہندوؤں کو اپنی طرف کھینچنے کے اور کچھ نہیں تھا۔ جنہوں نے کہ ان کے دعویٰ پر لبیک نہ کہا۔ وہ یہ دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ ایک اوتار یا پیغمبر ہیں کیونکہ سکھ اپنے گوروؤں میں کسی اوتار کی آمد کا یقین نہیں رکھتے۔

احمدیوں کی آبادی

۱۹۱۱ء میں پنجاب میں احمدیوں کی تعداد ۱۸،۶۹۵ تھی۔ ۱۹۰۱ء کے مقابلے میں ۱۱،۱۱۳ لوگ ۱۵ سال سے زائد عمر کے تھے۔ یہ تعداد ۱۹۲۱ء میں ۲۸،۸۱۶ تک بڑھ گئی اور ۱۹۳۱ء میں ۵۵،۹۰۸ ہو گئی۔ اسکے بعد کوئی اعداد و شمار نہیں ملتے۔

۱۹۴۳ء میں سی۔ ایم سمتھ نے لکھا کہ "جماعت بڑی پیدا ہوئی ہے، یہ سرسبز BAY کے درخت کی مانند بڑھ رہی ہے جو بہت زیادہ مضبوط اور مستحکم تنظیم ہے۔" (ترجمہ از رسالہ اسلامک کلچر حیدرآباد دکن شمارہ XLIII)

محترم ڈاکٹر عبدالکریم صاحب مرحوم کی یاد میں

محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم کی وفات کی خبر پڑھ کر (ارتجالاً)

دل کی دنیا ہو گئی ویران آج
اسلئے پھرتا ہوں میں حیران آج

چل بسے آہ۔ ڈاکٹر عبدالکریم
سُونا سُونا ہو گیا ملتان آج

بیقراری بیکلی ہے چار سُو
کون تسکیں کا کرے سامان آج

جسکی ہر اک بات تھی تسکینِ جاں
چل بسا دنیا سے وہ انسان آج

تھا مریضوں کا وہ یارِ غمگسار
کون اُن کے غم کا ہے پرسان آج

جسکی اُلفت میں سدا کھویا رہا
پا گیا اس رب کی وہ رضوان آج

اے خدا تُو اس پہ کر رحمت ہمیش
یہ دُعا کرتا ہے ہر انسان آج

(مرزا محمد سلیم اختر مربی سلسلہ احمدیہ)

17

حیاۃ ابی العطاء

میری زندگی

چند منتشر یادیں

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے پہلی ملاقات

زمانۂ طالب علمی میں مجھے اس بات کا بہت اشتیاق تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف بڑے بڑے علماء سے ضرور ملاقات کی جائے۔ ہم مدرسہ احمدیہ کے طلبہ جلسہ سالانہ کے مہمانوں کے استقبال اور ان کے بستروں وغیرہ کے انتظامات کے سلسلہ میں قریباً ایک ہفتہ کے لئے اپنے کسی استاد اور افسر کے ساتھ بٹالہ ریلوے سٹیشن پر آیا کرتے تھے۔ اُن دنوں ابھی قادیان تک ریلوے لائن نہ تھی۔ ریلوے لائن کے قریب دو بڑی سرائیں تھیں جن کے بیشتر کمرے ان دنوں احمدی مہمانوں کے لئے مخصوص ہوا کرتے تھے۔

۱۹۱۸ء یا ۱۹۱۹ء کی بات ہے کہ ہم دس بارہ طلبۂ مدرسہ احمدیہ استقبال کی ڈیوٹی پر دسمبر کے آخری عشرہ میں بٹالہ آئے ہوئے تھے۔ ہمارے استاد حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب جٹ ہمارے ساتھ بطور انچارج تھے۔ ہم نے دن کے فارغ وقت میں ان سے اجازت لی کہ ہم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے ملنا چاہتے ہیں۔ ہم شہر میں مولوی صاحب موصوف کا مکان دریافت کر رہے تھے تو ہمیں ایک طالب علم نذیر احمد نامی مل گیا جو مولوی صاحب کا شاگرد تھا۔ اُسے ہم سے بوجہ طالب علم ہونے کے ہمدردی پیدا ہوگئی۔ اُس نے کہا کہ میں آپ لوگوں کو مولانا سے تو ملا دوں گا مگر جونہی آپ لوگ انہیں بتائیں گے کہ ہم قادیان سے آئے ہیں تو وہ طیش میں آجائیں گے اور مزید باتیں نہ ہو سکیں گی۔ وہ ہمیں یہ کہہ کر ساتھ لے گیا کہ ہم مولانا پر یہ ظاہر نہ ہونے دیں گے کہ ہم قادیان سے آئے ہیں۔ ہم نے باہمی مشورہ سے فیصلہ کیا کہ ہم بجائے قادیان کے اپنے اپنے اصل وطن اور اصل ضلع کا نام لیں گے۔

مولوی صاحب ایک تنگ مکان میں بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے، ان کے دائیں اور سامنے بنچ پڑے تھے مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھے تھے۔ اُن کا رُخ جانب جنوب تھا ہم مغربی دروازہ سے داخل ہوتے اور مصافحہ کے بعد جھٹ بنچ پر بیٹھتے جاتے۔ مولوی صاحب کے ہاتھ میں پرانا قلم تھا وہ دو انگلیوں سے ہم میں سے ہر ایک سے مصافحہ کرتے اور پوچھتے کہ کہاں سے آئے ہو؟ ہم میں سے ہر ایک حسب تجویز ان کو اتنا جواب دیتا کہ میں فلاں ضلع کا رہنے والا ہوں یہ کہہ کر پہلا طالب علم جھٹ بنچ پر جا بیٹھتا اور دوسرا اس کی جگہ آجاتا۔ اس طرح مولوی صاحب کو کسی طالب علم سے دوسرا سوال کرنے کا موقع نہ ملتا۔ میں سب طلبہ کے آخر میں تھا۔ ان دنوں میں مدرسہ احمدیہ کی تیسری جماعت میں

پڑھتا تھا۔ جب میں آگے بڑھا اور مصافحہ کیا تو مولوی صاحب نے حسب معمول پوچھا کہ کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا کہ میں ضلع جالندھر کا رہنے والا ہوں۔ میں یہ کہہ کر جلدی سے بیٹھ گیا مگر مولوی صاحب کے بالکل قریب تھا۔ مولوی صاحب نے مجھ سے جھٹ دوسرا سوال کر دیا کہ تم کیا کام کرتے ہو؟ میں نے کہا کہ پڑھتا ہوں۔ اس پر اُن کا تیسرا سوال یہ تھا کہ کہاں پڑھتے ہو؟ اب میرے لئے کوئی چارہ نہ تھا۔ میں نے کہا کہ قادیان میں پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر مولوی صاحب کے تیور بدل گئے۔ اس پر ہمارا ساتھی طالب علم نذیر احمد مجھے گھور کر دیکھنے لگا۔ مولوی صاحب نے ذرا خفگی کے لہجہ میں اور بے ادبی کے انداز میں مجھ سے پوچھا کہ تم مولوی سرور شاہ کو جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم سب انہیں جانتے ہیں وہ ہمارے بزرگ استاد ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ تم مجھے بھی جانتے ہو؟ میں نے کہا کہ ہم سب آپ کو بھی بخوبی جانتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتابوں میں آپ کا خوب تعارف کرایا ہے۔ کہنے لگے نہیں میری مراد یہ ہے کہ میں بھی تم میں سے کسی کو جانتا ہوں؟ عرض کیا گیا کہ ہم اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں یہ تو آپ ہی اپنے آپ سے دریافت کریں۔

اس مرحلہ پر مولوی صاحب نے کہا مجھے مولوی سرور شاہ صاحب کا خط آیا ہے میں اس کا جواب لکھ رہا ہوں تم ذرا انتظار کرو میں اسے مکمل کر لوں چنانچہ مولوی صاحب خط کے جواب کو مکمل کرتے رہے۔ پھر انہوں نے اس کی نقل کی اور ہم دو طلبہ کو اصل جواب اور اس کی نقل دی کہ مقابلہ کر لیا جائے تا کوئی غلطی نہ رہ جائے۔ جب ہم میں سے ایک پڑھ رہا تھا اور دوسرا دیکھ رہا تھا تو مولوی صاحب نے کہا کہ میں ذرا تشریح بھی کرتا جاؤں گا تا تم سمجھ سکو۔

بات یوں تھی کہ اس سال حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب رضی اللہ عنہ قادیان کے جلسہ سالانہ کے افسر تھے اور آپ نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو ایک رجسٹری خط لکھا تھا جس میں تحریر فرمایا تھا کہ مولوی صاحب آپ نے کہا تھا کہ میں نے ہی مرزا صاحب کو بڑھایا ہے اور میں ہی انہیں گراؤں گا آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد بھی دس گیارہ سال تک زور لگا لیا ہے اب ۲۶-۲۷ اور ۲۸ دسمبر کو حسب معمول قادیان میں جلسہ سالانہ ہو رہا ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک موٹر کار بھجوا دوں تاکہ آپ اپنے مرنے سے پہلے اپنی آنکھوں دیکھ لیں کہ جسے آپ گرانا چاہتے تھے اُسے اللہ تعالیٰ نے کتنی قبولیت عطا فرمائی ہے؟ بس آپ جلسہ گاہ کی حاضری پر ایک نگاہ ڈال کر اسی کار میں واپس بٹالہ تشریف لے جائیں گے۔

مولوی محمد حسین صاحب نے اس خط کا جواب لکھا تھا۔ اور اب چاہتے تھے کہ ہمیں وہ جواب با تشریح سمجھائیں۔ وہ خط پڑھا جانے لگا۔ پہلی سطر میں ہی حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحبؓ کے نام کے ساتھ احمدی کی بجائے مرزائی لکھا تھا۔ مولوی صاحب ہمیں سمجھانے لگے کہ میں نے مرزائی اسلئے لکھا ہے کہ مرزا صاحب کا مرزا ہونا تو مسلّم ہے لیکن ہم ان کو احمد نہیں مانتے۔ میں نے عرض کیا کہ مولوی صاحب! مرزا کہلانے والے تو دنیا میں بے شمار لوگ ہیں مرزائی کہنے سے تو کوئی تعیین نہیں ہوتی اور یوں احمدی لوگ اسے اپنی

دلآزاری سمجھتے ہیں۔ مولوی صاحب کہنے لگے کہ آگے چلو مولوی صاحب نے جو جواب حضرت مولانا سید سرور شاہ صاحب کی دعوت کا دیا تھا وہ یہ تھا کہ مجھے قادیان جانے کی ضرورت نہیں میں اسے جائز نہیں سمجھتا کیونکہ حدیث میں آیا ہے لا تشد الرحال الا الی ثلاثۃ مساجد کہ صرف تین مسجدوں کی طرف سوار ہو کر جانا چاہیئے۔ پھر لکھا تھا کہ آپ جماعت کی ترقی سے مرزا صاحب کی صداقت پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ ابھی تک قادیان میں بھی ہندو اور عیسائی موجود ہیں مسیح موعود تو جب آئے گا تو اُس وقت سارے لوگ فوراً مسلمان ہو جائیں گے اور کوئی غیر مسلم نہ رہے گا۔

یہ مولوی صاحب کے جواب کا خلاصہ تھا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ اوّل تو یہ فرمائیں کہ کیا مسیح موعود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے درجہ کا ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تو آج چودہ سو برس گزرنے کے باوجود دنیا والوں کی اکثریت ابھی ایمان نہیں لائی اور مسیح موعود پر سب لوگ فوراً ایمان لے آئیں گے یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟ دوسرے یہ کہ قرآن مجید میں ہے وَجَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ۔ جس سے ظاہر ہے کہ مسیح کے منکر یہودی قیامت تک رہیں گے اور مغلوب رہیں گے۔

مولوی صاحب نے پہلی بات کا تو کوئی جواب نہ دیا البتہ دوسرے استدلال پر جھنجھلا کر کہا کہ قادیان میں تمہیں قرآن غلط پڑھاتے ہیں تم نے آیت کو نہیں سمجھا۔ میں نے کہا کہ ہم تو طالب علم ہیں آپ ہمیں آیت سمجھا دیں۔ کہنے لگے کہ اس آیت میں ایک محذوف ہے اور وہ "ما داموا ھوداً او نصاریٰ" کا لفظ ہے یعنی یہودی جب تک یہودی رہیں گے وہ مغلوب رہیں گے اور عیسائی جب تک عیسائی رہیں گے وہ غالب رہیں گے۔ میں نے جھٹ کہا کہ جناب اس جگہ تو "الی یوم القیامۃ" کا لفظ موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ وہ مغلوب اور غالب ہونے کی صورت میں قیامت کے دن تک رہیں گے اسلئے "ما داموا ھوداً او نصاریٰ" کو محذوف ماننے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اس پر مولوی صاحب ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ تم لوگوں کو سمجھ نہیں آ سکتی تمہیں ثناء اللہ ہی سمجھائے گا۔ مولوی صاحب کی مراد یہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار اہلحدیث میں تمہارے خلاف خوب لکھتے رہتے ہیں۔ میں اخبار اہلحدیث پڑھا کرتا تھا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اُن دنوں مولوی محمد حسین صاحب کے خلاف بھی بہت کچھ لکھتے رہتے تھے اسلئے میں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو آپ کے خلاف بھی لکھتے رہتے ہیں کیا اُن کی سب باتیں مان لی جائیں۔ یہ مولوی محمد حسین صاحب اس کے جواب میں یہ کہتے ہوئے کہ "وہ ہے تو میرا شاگرد مگر ہے نافرمان" سیڑھیوں پر چڑھ گئے اور مزید بات چیت نہ ہو سکی ✦

درخواست

بقایا دار احباب اپنا بقایا ادا فرما کر الفرقان سے تعاون فرمائیں۔ (مینیجر)

(طابع و ناشر۔ ابوالعطاء جالندھری؛ مطبع - ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقام اشاعت - دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ)

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

January 1970 Reg. No. L. 5708

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا